حضرت امام

موسیٰ بن جعفر

علیہ السلام

تحریر — ادارہ "اصولِ دین" قم، ایران

ترجمہ — سیّد احمد علی عابدی



خراسان اسلامک ریسرچ سنٹر، کراچی





حضرت امام

موسیٰ بن جعفر

علیہ السلام



تحریر ـــــــــ ادارۂ "اصولِ دین" قم (ایران)

ترجمہ ـــــــــ سید احمد علی عابدی



خراسان اسلامک ریسرچ سینٹر

۱۰/۱۲ ـ سی گلبرگ فیڈرل بی ایریا ـ کراچی

باہتمام

اسد پرنٹنگ ایجنسی کراچی

مطبوعہ

سندھ آفسٹ پرنٹنگ پریس کراچی

انتساب

جس ـــــــ نے قید خانے کو مرکزِ معارف بنا دیا۔

جس ـــــــ نے خاموش رہ کر سیاستِ جور کا چہرہ بے نقاب کر دیا۔

جس ـــــــ نے حکومتِ وقت کی کلائی مروڑ دی۔

جس ـــــــ نے گمراہی کے طوفانوں میں ہدایت کی شمع روشن کی۔

جس ـــــــ نے ظلم، جور، استبداد کے گھٹاٹوپ ماحول میں اخلاقیات کے درس دیئے۔

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کی

بارگاہِ اقدس

میں!

ناچیز

عابدی



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

اِسلام کو صحیح طور پر پیش کرنے کی ضرورت جس قدر آج ہے کبھی نہ تھی، اِسلام کو سمجھنا ہر مسلمان کا فرض ہے اور اِسلام کی کماحقہٗ ترجمانی کا حق صرف ائمہ معصومین علیہم السّلام کو پہنچتا ہے کیونکہ اِسلام صراطِ مستقیم ہے اور قرآنِ مجید نے سورہٗ فاتحہ میں الصراط المستقیم کو صاحبانِ نعمت ہی کے حوالہ سے پہچنوایا ہے۔ حضرتِ امیرالمومنین علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ :-

" اہلبیتؑ خدا کے راز کا محل ومقام اور اُس کے امر کی پناہ گاہ ہیں اور اس کے علم کے مخزن اور حکمتوں کے مرجع ہیں اور آسمانی کتابوں کی گھاٹیاں اور اُس کے دین کے پہاڑ ہیں۔ انھیں کے ذریعہ خدا نے اُس کی پشت کا خم سیدھا کیا اور اُس کے بازوؤں کی بزدلانہ کپکپی دُور کر دی ——— وہ دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں۔ حد سے تجاوز کرنے والا انھیں

کی طرف پلٹتا ہے اور پیچھے رہ جانے والا انھیں سے مل کر
نجات پاتا ہے، حق ولایت وامامت کی خصوصیات
انھیں سے وابستہ ہیں، انھیں کے حق میں حضورؐ کی
وصیت ہے اور وہی نبیؐ کے وارث ہیں۔"

لہٰذا ان معصومین علیہم السّلام کی شخصیت، کردار اور تعلیمات کو سمجھنا دراصل اسلام اور صراطِ مستقیم کو سمجھنا ہے۔

خراسان اسلامک ریسرچ سینٹر کی جانب سے ائمہ معصومین علیہم السّلام کی سیرت پر مختلف چھوٹی بڑی تحقیقی کتابیں شائع ہوتی رہی ہیں تاکہ امّتِ مسلمہ کو ان ذواتِ مقدسہ کو سمجھنے میں مدد ملے۔ اسی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے ادارہ نے فیصلہ کیا ہے کہ عربی اور فارسی زبان کے مستند اور تحقیقی مقالات کا اردو اور انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کیا جائے اور مستند کتب کی روشنی میں اس موضوع پر علمی، فکری اور تحقیقی کتابیں بھی تالیف کی جائیں تاکہ ان کتابوں کو پڑھ کر ایک تو ان حضرات کی معرفت حاصل ہو اور دوسری طرف ہمیں اپنے کردار و گفتار کو ان حضرات کے کردار کے سانچے میں ڈھالنے میں مدد مل سکے۔
اس غرض سے مستند کتابوں میں بکھرے ہوئے ان موتیوں کو ایک سلک میں پرونے کے لئے ہر معصومؑ کی سوانح حیات کے ساتھ ان کے ارشادات کو بھی منتخب کر کے جمع کر لیا جائے۔ اس طرح یہ کتب مزید مفید ثابت ہوں گی۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی، کتاب "امام موسیٰ بن جعفرؑ" ہے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں "ادارہ اصولِ دین قم ایران" نے تالیف و شائع کی تھی جس کو جناب مولانا احمد علی صاحب عابدی مدظلہٗ نے نہایت محنت و جانفشانی سے "ادارہ خراسان اسلامک ریسرچ سینٹر" کے لئے ترجمہ کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب اُمّتِ مسلمہ کے لئے نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہوگی۔ ائمہ معصومین علیہم السّلام کی سوانح کے سلسلے کی کتب انشاءاللہ وقتاً فوقتاً آپ کے ہاتھوں میں پہونچتی رہیں گی۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس خدمت کی اور ان پاکیزہ ہستیوں کی زندگیوں کو سمجھنے اور اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثُمّ آمین

والسّلام

سیّد محمّد حسن رضوی



۸ر اپریل ۱۹۸۰ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵

وبہ نستعین



. . . . . شام کا وہ وقت جب آفتاب اپنا چہرہ چھپانے کی کوشش کرتا ہے، اور مغرب کے دامن میں پناہ لینے کے لئے تیزی سے بڑھنے لگتا ہے۔ غم گرفتہ ہوا کے جھونکے، ستم رسیدہ کھجور کی شاخوں کو ایک دوسرے سے گلے ملاتی ہیں۔ تو یہ شاخیں ایک دوسرے سے گلے مل کر تیری داستان سناتی ہیں، اور ان مصائب کا تذکرہ کرتی ہیں جو تیری ذات پر ٹوٹے، تیرا کردار ساز اور انقلاب آفریں پیغام نسیم کے گوش گذار کر دیتے ہیں تاکہ یہ پیغام برابر دوسروں تک پہونچتا رہے۔

بہار نے تیرے غم میں خزاں کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ یہ جو بجلیاں چمکتی ہیں دراصل وہ آگ ہے جو تیرے غم میں آسمان میں لگی ہے۔ ہونے والی بارش وہ قطراتِ اشک ہیں جو بادلوں نے تیرے غم میں بہائے ہیں۔

اے امام بزرگ، اے امام انقلاب آفریں!

صدیوں کے دبیز پردے، تاریخ کی تاریک وادیاں، وقت کی سیاہ راتیں، تیرے عظیم پیغام کو چھپا نہیں سکتیں، تیرا کردار ساز پیغام وحی کے سانچے میں ڈھلا ہوا پیام آج بھی فضائے بے کراں میں گونج رہا ہے۔ ہمارا رونا

کسی بزدلی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ہم اس لئے اشکبار ہیں کہ تیری زندگی سے عزم و استقلال کا سبق حاصل کریں، تیرے پیغام کو تاریخ کے قبرستان سے نکال کر دنیا تک پہونچا سکیں، اور سب سے اہم یہ کہ تیری بنائی ہوئی بنیادوں پر اپنے کردار کی تعمیر کر سکیں اور تیرے اخلاق کے آئینے میں اپنے اخلاق کا رُخ دیکھیں۔

ہمارا سلام بلکہ تمام انبیاء و مرسلین کا سلام ہو تیری ذاتِ پاک پر ---------

ہمیشہ اور ہر جگہ ---------

اسمِ مبارک ——— موسیٰ

لقب ——— کاظم

کنیت ——— ابوالحسن

والدِ بزرگوار ——— حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام

والدۂ ماجدہ ——— حمیدہ رضی

تاریخِ ولادت ——— ۷ر صفر ۱۲۸ ہجری

تاریخِ شہادت ——— ۲۵ر رجب ۱۸۳ ہجری

مدفن ——— کاظمین (بغداد) عراق

ابواء کی وہ صبح بھی کیا عجیب صبح تھی، اس کا رنگ ہی کچھ اور تھا، آفتاب

کی سنہری شعاعوں نے درختوں کو کمزنک طلائی لباس پہنا رکھا تھا، اور مٹی کے درو دیوار پر اس کا عکس عجب دل فریب منظر کی ترجمانی کر رہا تھا۔

گھروں سے چراگاہ کی جانب جاتے ہوئے اونٹ اور گوسفندوں کی صدائیں دل کو لبھا رہی تھیں، صبح کی تازگی دل و دماغ میں بسی جا رہی تھی روح میں بالیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔

اور ادھر دور ۔۔ ۔۔ ۔۔ تالاب کے کنارے گاؤں کی عورتیں شیریں پانی گھڑوں اور مٹکوں میں بھر رہی تھیں، نسیم صبح اٹھکیلیاں کر رہی تھی جبکہ خوشنما طائر اِدھر اُدھر اُڑ اُڑ کر نسیم صبح کا مزہ لوٹ رہے تھے۔ اور دیکھتے دیکھتے پانی میں غوطہ زن ہو جاتے جیسے کہ گرمی سے اُن کے سینے کباب ہو گئے ہوں۔ تالاب کے اس کنارے ایک قبر کے سرہانے ایک کھجور کا درخت ایک عظیم تاریخ کی یاد دلا رہا تھا۔ سائے کی چادر پوری قبر پر پڑی ہوئی تھی، اس قبر پہ ایک عورت جھکی ہوئی کچھ راز و نیاز کی باتیں کر رہی تھی، اور پھر اُس نے آہستہ آہستہ اس قبر پر اپنے رخسار رکھ دیے، وہ چپکے چپکے رو رہی تھی، اور کچھ کہے جا رہی تھی، نسیم صبح کی زبانی جو الفاظ معلوم ہوئے شاید وہ یہ تھے۔

اے پیغمبرِ اسلام کی والدۂ ماجدہ۔ آمنہ ـــــــ ہزاروں سلام ہوں تمھاری روحِ پاک پر ـــــــ اے عظیم المرتبت خاتون جو اپنے وطن سے دور دفن کی گئیں۔ میں حمید کا آپ کی بہو ہوں۔ آپ کی ایک امانت اپنے شکم میں چھپائے ہوئے ہوں۔ شام سے جو حالت ہو رہی ہے۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کل تک، یہ امانت آپ کے فرزند کے حوالے کر دوں گی۔ اسی بابرکت گاؤں

میں جس میں آپ ابدی نیند سو رہی ہیں۔

اے بلند مرتبہ خاتون۔ آپ کے فرزند نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ میرا یہ فرزند آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت پیغمبرِ اسلام کا ساتواں جانشین ہوگا آپ خدا کی بارگاہ میں دعا فرمائیے کہ میں اس فرزند کو صحیح و سالم آپ کے فرزند کے حوالے کرسکوں۔

اب آفتاب بلند ہو چکا تھا اور اُس کی شعاعیں قبر پہ پڑ رہی تھیں —— "حمیدہ" دھیرے دھیرے اٹھیں، اپنے کپڑے کو جھٹکا دیا تاکہ کپڑے میں لگی ہوئی خاک صاف ہو جائے۔ پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی۔ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئیں۔

کچھ دیر بعد آفتاب تھوڑا اور بلند ہوا "ابواء" کے صاف و شفاف آسمان کے نوری چشمے میں گاؤں کے کبوتر غوطے لگا رہے تھے۔ عورتیں جلدی جلدی اِدھر اُدھر جانے لگیں۔ اتنے میں دو عورتیں مٹکے لئے تالاب پر آئیں اور جلدی جلدی پانی بھرنے لگیں۔ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہی تھیں۔

بہن! لوگ کہہ رہے ہیں کہ جب امام جعفر صادق علیہ السّلام کے کانوں تک اس تازہ مولود کی خبر پہونچی تو انھوں نے ارشاد فرمایا:۔

"میرے جانشین، ساتویں رہبر اور بہترینِ خلقِ خدا کی ولادت ہوئی ہے۔"[1]

---

[1] اصولِ کافی جلد ۱ صفحہ ۴۷۶

امامؑ اور حکومتِ بنی عبّاس

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام ابھی چار سال کے تھے کہ بنی اُمیّہ کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

بنی اُمیّہ کی عرب نژاد حکومت نے ہمیشہ ظلم وستم کو روا رکھا تھا اور عوام کے حقوق بآسانی پامال کئے جارہے تھے اور خاص کر ایرانیوں کے حقوق جن کے لئے حکومت کے دل میں کوئی بھی گنجائش نہیں تھی۔ ایرانیوں نے حضرت علی علیہ السّلام کی عدالت پرور اور عدل گُستر حکومت دیکھی تھی اور وہ اسی قسم کی حکومت کے خواہاں تھے۔ یہ تمام باتیں اس بات کا سبب قرار پائیں کہ لوگ دھیرے دھیرے بنی اُمیّہ سے برگشتہ ہونے لگے اور دلوں میں لاوے پکنے لگے۔ موقع پرست سیاست دانوں نے عوام کے پاک جذبات سے کھیلنا شروع کر دیا، آزادی اور عدل وانصاف کے نام پر لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنے لگے۔ ابومسلم خراسانی کی مدد سے بنی اُمیّہ کی بساطِ حکومت ہمیشہ کیلئے تہ کر دی۔ مگر حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے بجائے خلافت یا دوسرے الفاظ میں حکومت کی باگ ڈور ابوالعبّاس سفاح عبّاسی کے ہاتھوں میں دے دی اور اُس کو تختِ حکومت پر براجمان کرادیا۔

اور اس طرح حکومت کے پہرے بدلے گئے، اور حاکم وقت نے حکومت کے بجائے خلافت اور جانشینیٔ رسولؐ کی قبا اپنے جسم پر کس لی اور ۱۳۲ ہجری کی بات ہے، نئی حکومت پچھلی حکومت سے کسی چیز میں کم نہ تھی، بلکہ اُس نے

بعض چیزوں میں تو بنی اُمیّہ کو کافی پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے
کہ بنی اُمیہ زیادہ وقت تک حکومت نہ کرسکے جبکہ بنی عباس ۶۵۶ ہجری تک
حکومت پر ڈٹے رہے یعنی ۵۲۴ سال تک اُن کے ہاتھوں میں حکومت کی
باگ ڈور رہی، وہ عوام کے حقوق کو بے دریغ پامال کرتے رہے۔

ہاں ہمارے ساتویں امام حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی زندگی
ان حکمرانوں کے دَور سے گذری۔ ابوالعبّاس سفّاح، منصور دوانیقی، ہادی،
مہدی اور ہارون، ان میں کا ہر ایک اپنے فن کا شاہ فرد تھا۔ کسی نے بھی امامؑ
پر ظلم ڈھانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ ہمیشہ امامؑ کو طرح طرح کی اذیتیں
پہونچاتے رہے۔

امامؑ عالی مقام کے لئے یہی بات کیا کم روح فرسا اور صبر آزما تھی کہ
ایسے اہرمن صفت افراد حاکمِ اسلام ہوں اور ملّتِ اسلامیہ ان کے ہاتھوں
کھلونا بنی ہوئی ہو۔ چہ جائیکہ منصور سے لے کر ہارون تک ہر ایک نے دل کھول کر
امامِ مظلوم پر ستم ڈھائے اور یہ لوگ جو کچھ نہ کر سکے وہ اس بنا پر نہیں کہ کرنا
نہیں چاہتے تھے بلکہ اس بنا پر کہ بقیہ چیزیں اُن کے دائرۂ اختیار سے باہر تھیں۔

۱۳۶ھ میں "ابوالعباس سفّاح" کا انتقال ہوگیا اور اُس کا بھائی
منصور دوانیقی اُس کی جگہ پر آبیٹھا۔ منصور نے "شہر بغداد" کی بنیاد ڈالی اور
ابومسلم (جس کی جانفشانیوں کے نتیجہ میں بنی عباس برسرِ کار آئے تھے) کو قتل
کر ڈالا، اور جب حکومت پر منصور کی گرفت مضبوط ہوگئی تو اس وقت اُس نے
اپنی کینچلی اُتار پھینکی اور حضرت علی علیہ السّلام کی اولاد کو ہر طرح سے ستایا، کتنوں

کو قتل کروا ڈالا، کتنے زنداں کی نذر ہو گئے، کتنوں کے مال و اسباب لوٹ لیے
اور اکثر کو تو صفحۂ ہستی ہی سے نیست و نابود کر دیا، اور اُن لوگوں میں سرِ فہرست
حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کا نامِ نامی ہے جنھیں منصور نے قتل کرایا۔
منصور، خونخوار، سفّاک، مکّار، بخیل، حریص و حاسد تھا، اور وفا تو
اُس کے پاس نام کو بھی نہ تھی، یہ بے وفائی کا نتیجہ تھا جس کی بناء پر ابو مُسلم کو
قتل کرایا، وہ ابو مُسلم جس نے بنی عبّاس کو تختِ خلافت پر بٹھانے کے لئے
زمین آسمان کے قلابے ملا دیئے اور یہی وجہ ہے کہ ابو مسلم سے منصور کی بیوفائی
ایک تاریخی مثال بن چکی ہے۔

جس وقت منصور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کو قتل کرایا،
اس وقت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی عمر ۲۰ سال تھی اور پھر ۳۰ برس
کی عمر تک منصور کی ظالمانہ حکومت قائم رہی، اس دور میں آزادیاں سلب کر لی
گئی تھیں، شہر زنداں بن چکے تھے، ہر طرف ایک حبس کا عالم تھا، کسی کو دم
مارنے کی فرصت نہ تھی، لیکن امامِ عالی مرتبت اس دور میں بھی شیعوں کی ہدایت
فرماتے رہے اور اُن کے امور کی اصلاح فرماتے رہے۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے
میں بھی آپ نے ہدایت کی شمع روشن رکھی۔

۱۵۸ ہجری میں منصور ہلاک ہو گیا اور اُس کا بیٹا "مہدی" اُس کا جانشین
ہوا۔ مہدی کی سیاست اپنے باپ کی سیاست سے کچھ مختلف تھی۔ اس کی سیاست
عوام کو دھوکا اور فریب دینے پر مشتمل تھی مگر روحِ سیاست وہی تھی۔
مہدی نے اپنے باپ کے زمانے کے سیاسی قیدیوں کو آزاد کر دیا، جن میں

سے اکثریت شیعیانِ علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی تھی، مگر بعض شیعیانِ علیؑ
پھر بھی زنداں کی نذر رہے۔ مہدی نے وہ اموال بھی واپس کر دیئے جو اُس کے
باپ نے زبردستی حاصل کئے تھے۔ مگر اُس کے دل میں بھی شیعیان علی ابن ابیطالب
علیہ السّلام کے لئے کوئی گوشہ نہیں تھا وہ ان کے اعمال و افعال پر سخت نگاہ
رکھتا تھا۔ اس کے برخلاف جو لوگ جو اہلبیت علیہم السّلام کے دشمن تھے
ان کو دل سے دوست رکھتا تھا اور اگر کوئی شاعر آلِ علیؑ کی مذمت میں شعر اور
ہجو کہتا تھا اُس کو بے پناہ انعام واکرام سے نوازتا تھا، یہاں تک کہ اُس نے
ایک دفعہ "بشار بن برد" کو ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) درہم دیئے اور "مروان بن ابی
حفص" کو ایک لاکھ (۱۰۰،۰۰۰) درہم دیئے۔

یہ شخص بیت المالِ مسلمین کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھ بیٹھا تھا اور ساری دولت
اُس کی عیاشی پر صرف ہوتی، شراب وکباب اس کا دن رات کا مشغلہ تھا،
اُس نے اپنے لڑکے ہارون کی شادی پر **۵ کروڑ** درہم خرچ کئے تھے۔

مہدی کے عہدِ حکومت میں امامؑ کی مقبولیت بڑھتی گئی، وہ علم و دانش
فضیلت اور تقویٰ کے آسمان پر نیرِ تاباں بن کر چمک رہے تھے اور ساری کائنات
اس مہرِ درخشاں کی ضیا باریوں سے مستفید ہو رہی تھی۔ لوگ گروہ در گروہ آپ کے
گرویدہ ہوتے جا رہے تھے اور آپ کے سرچشمۂ علم و دانش سے بقدرِ ظرف استفادہ
کر رہے تھے اور اپنی علمی و معنوی تشنگی بجھا رہے تھے۔

مہدی کے جاسوس یہ تمام باتیں مہدی کے گوش گذار کرتے رہے اور یہ بات
بھی سمجھاتے رہے کہ امامؑ کی مقبولیت اس کی خلافت اور حکومت کے لئے زبردست

خطرہ ہے۔ یہ بات مہدی کے دل میں اُتر گئی، اُسے واقعتہً اپنا تختِ حکومت ڈگمگاتا نظر آیا، اُس نے فوراً یہ حکم دیا کہ امامؑ کو جلد از جلد مدینہ سے بغداد لایا جائے اور پھر قید کر دیا جائے۔

"ابو خالد زبالہ" کا بیان ہے کہ "اس حکم کے بعد فوراً ہی متعدد افراد مدینے روانہ کیے گئے، مدینے سے بغداد جاتے وقت امام عالی مقام "زبالہ" میں میرے گھر میں تشریف فرما ہوئے۔

جب تعینات کردہ افراد ذرا ہٹ گئے تو اس مختصر سے وقت میں امامؑ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے لئے فلاں فلاں چیز خرید لاؤ۔ میں یہ حال دیکھ کر بے حد پریشان تھا، میں نے امامؑ کی خدمت میں دست بستہ عرض کی۔ مولیٰ آپ ظالم و جابر کے پاس جا رہے ہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے میں بہت زیادہ مطمئن نہیں ہوں۔

امامؑ نے فرمایا میں بالکل مطمئن ہوں اور مجھے اس سلسلہ میں کوئی ڈر نہیں ہے اور تم فلاں فلاں مقام پر میرا انتظار کرو۔

امام علیہ السّلام بغداد تشریف لے گئے، میں مستقل پریشان تھا اور کافی بے چینی سے دن تمام کر رہا تھا یہاں تک کہ وہ دن بھی آ پہونچا جس کو امام علیہ السّلام فرما گئے تھے، میں اس دن اس مقام پر پہونچ گیا جو امام علیہ السّلام بتا گئے تھے، میرا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا اگر پتہ بھی ہلتا تو میں اُس کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ میں امامؑ کے انتظار میں دیوانہ وار اِدھر اُدھر دوڑتا پھرتا، یہاں تک کہ آفتاب دھیرے دھیرے ڈھلنے لگا اور افق پر سُرخی چھانے لگی کہ ناگہاں بہت دُور مجھے ایک

---

(۱) حیاۃ الامام جلد اول ص۴۳۹ اور ص۴۴۵

سایہ نظر آیا، دل چاہ رہا تھا کہ کس طرح اُڑ کے وہاں تک پہونچ جاؤں مگر یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر امامؑ نہ ہوئے تو اس صورت میں میرے لئے خطرہ یقینی ہے کیونکہ اس طرح میرا راز دوسرے کو معلوم ہو جاتا، یہ صورت میرے لئے ایک مصیبت بن جاتی۔ لہٰذا میں اپنی جگہ کھڑا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ امام علیہ السّلام بالکل نزدیک آگئے، اس وقت آپ ایک خچّر پر سوار تھے۔ جیسے ہی امامؑ کی نگاہ مجھ پر پڑی فوراً ارشاد فرمایا:-

"اے ابوخالد شک نہ کرو۔" پھر امامؑ نے فرمایا:- "مجھے ایکبار پھر بغداد بلایا جائے گا اور پھر میری واپسی نہ ہوگی"، اور جیسا کہ امامؑ فرما گئے تھے بالکل ویسا ہی ہوا۔"[۱]

ہاں اسی سفر میں جب مہدی نے امام علیہ السّلام کو بغداد میں قید کردیا تو ایک رات حضرت علی علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ مہدی کو مخاطب کر کے یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرما رہے ہیں کہ فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض و تقطعوا ارحامكم[۲] ۵ کیا تم سے اسی بات کی امیّد ہے کہ جب حکومت تمھارے پاس ہو تو تم زمین میں فساد پھیلاتے رہو اور قطعِ رحم کرو۔

ربیع کا بیان ہے کہ " نصف شب کو مہدی کا فرستادہ میرے پاس پہونچا۔ میں بہت پریشان تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ کون سی مصیبت میرے سر پر نازل ہونے والی ہے۔ جب میں مہدی کے پاس پہونچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اس آیۃ کی تلاوت

---

[۱] بحار الانوار جلد ۴۸ صفحہ ۷۱، ۷۲، طبع جدید۔ اعلام الوریٰ صفحہ ۲۹۵ طبع علمیہ اسلامیہ

[۲] سورۃ محمّدؐ، آیۃ ۲۲

کر رہا ہے فھل عسیتم ۔ ۔۔ ۔۔ پھر مجھ سے کہنے لگا " جاؤ اور ابھی موسیٰ کاظمؑ کو میرے پاس لاؤ ۔

میں فوراً امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امامؑ کو اپنے ہمراہ لایا ۔ امامؑ کو دیکھتے ہی مہدی سرو قد تعظیم کے لئے کھڑا ہوا اور امامؑ کی پیشانیِ مبارک کا بوسہ لیا اور امامؑ کو اپنے پہلو میں جگہ دی ۔ پھر امامؑ کی خدمت میں اپنا خواب دھرایا ۔ مجھ سے کہنے لگا کہ ابھی امامؑ کو آزاد کر دو اور مدینے کے لئے ایک سواری کا انتظام کر دو ۔ میں نے فوراً ایک سواری کا بندوبست کیا کہ خدانخواستہ صبح کو کوئی اور بات پیش آجائے اور مہدی کی رائے بدل جائے ۔ میں فوراً سواری لایا اور میں نے امامؑ کو اُس پر سوار کیا اور صبح ہوتے ہوتے امامؑ مدینے روانہ ہو چکے تھے ۔[1]

امامؑ کو آزاد کرنے کے بعد بھی مہدی امامؑ سے غافل نہ تھا بلکہ امامؑ کے چاروں طرف سخت پہرے بٹھا دیئے تھے ، امامؑ علیہ السّلام کو ذرا بھی آزاد فضا میں سانس لینے کا موقع نہ تھا ، اس تمام " سنسرشپ " کے باوجود بھی امام علیہ السّلام لوگوں کی ہدایت فرماتے رہتے تھے اور اہلِ علم کے علمی و ثقافتی معیار کو ہر روز بلند فرماتے رہے ، ان کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرتے رہے یہانتک کہ ۱۶۹ھ میں مہدی کا انتقال ہوگیا اور وہ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچا ، اور پھر اس کی جگہ اُس کا بیٹا " ھادی " تخت نشین ہوا ۔

ہادی کی سیاست اپنے باپ کی سیاست سے بالکل مختلف تھی ، اُس نے لو

---

[1] تاریخ بغداد جلد ۱۳ صفحہ ۳۰ ۔ ۳۱

نام کی آزادی سبھی لوگوں سے چھین لی تھی اور کھلے عام حضرت علی علیہ السّلام کی اولاد کو بُرا بھلا کہا کرتا اور ہر طرح سے ان کو اذیتیں پہونچاتا رہتا، طرح طرح کے مصائب و آلام میں گرفتار کرتا رہتا، وہ تمام چیزیں جو اُس کے باپ نے لوگوں کو دی تھیں وہ سب اُس نے ضبط کرلیں۔ اُس کے دورانِ حکومت کا عظیم ترین اور المناک واقعہ واقعۂ فخ ہے۔

حادثۂ فخ

جب پانی سر سے اونچا ہو گیا، لوگ حکومتِ عباسی کے ظلم وستم سے عاجز ہوگئے، پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا تو اُس وقت علی علیہ السّلام کی اولاد سے "حسین ابن علی" نے حکومتِ وقت کے خلاف قیام کیا، اور تقریباً ۳۰۰ افراد کے ہمراہ مدینے سے مکّہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

فخ نامی جگہ پر ہادی کی فوج نے ان کا محاصرہ کرلیا اور تمام افراد کو ایک طرف سے تہِ تیغ کر دیا۔ اور فخ کی سرزمین خون سے رنگین ہوگئی۔ واقعۂ کربلا کے مناظر لوگوں کی نگاہوں میں پھر گئے۔ ان تمام افراد کے سر جسم سے جُدا کرلئے گئے اور شہداء کے وہ تمام سر مدینے لائے گئے، اور ایک ایسے اجتماع میں جہاں حضرت علی علیہ السّلام کی تمام اولاد جمع تھی اور خود امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام بھی تشریف فرما تھے، شہداء کے تمام سر لوگوں کے سامنے پیش کئے گئے۔
لوگ اس قدر ڈرے اور سہمے ہوئے تھے کہ کسی زبان سے کچھ نہ نکلا، ہاں جب امام علیہ السّلام کی نگاہ حسین ابن علی کے سرِ مبارک پر پڑی تو آپ کی زبانِ مبارک سے

یہ الفاظ جاری ہوئے [1]

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن مضیٰ واللّٰہ مسلماً صالحاً صواماً قواماً آمراً بالمعروف وناھیاً عن المنکر ماکان فی اھلبیتہ مثلہ۔

ہم خدا ہی کے لئے ہیں اور ہماری بازگشت بھی اُسی کے لئے ہے۔ خدا کی قسم انھوں نے اس حال میں شہادت پائی کہ عقیدے کے پکّے مسلمان تھے اور عمل کے لحاظ سے صالح اور ایماندار تھے۔ بہت زیادہ روزہ رکھتے تھے اور ہمیشہ رات عبادتوں میں بسر کرتے تھے۔ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیتے تھے اور بُری باتوں سے روکا کرتے تھے اور ان کے خاندان میں اُن جیسا کوئی بھی نہ تھا۔ [2]

ان تمام باتوں کے علاوہ ہادی کو اخلاقیات سے بھی کوئی تعلق نہ تھا، وہ ہمیشہ شراب وکباب میں غرق رہتا، عیش ونوش میں اُس کی زندگی بسر ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ "یوسف صیقل" نے چند اشعار بہت ہی اچھی آواز میں ہادی کو سنائے، یہ اشعار سنکر ہادی اس قدر مدہوش ہوا کہ ایک اونٹ کے بار کے برابر اُسے درہم ودینار انعام کے طور پر دیئے۔ [3]

"ابنِ داب نامی" کا بیان ہے کہ ایک روز میں ہادی کے پاس گیا۔ اتنی کثرت سے اُس نے شراب پی تھی کہ اُس کی آنکھیں سُرخ ہوگئی تھیں۔ مجھ سے کہنے لگا کہ

---

[1] مقاتل الطالبین صفحہ ۴۴۷

[2] مقاتل الطالبین صفحہ ۴۵۳ طبع مصری

[3] تاریخ طبری جلد ۱۰ صفحہ ۵۹۲ طبع لندن

ایک ایسا قصّہ بیان کرو جو شراب سے متعلق ہو۔ میں نے کچھ اشعار پڑھ کر اُسے سُنائے۔ ہادی نے وہ تمام اشعار لکھ لئے اور مجھے ۴۰ ہزار درہم انعام دیئے[1]

فنِ موسیقی کا استاد "اسحاق موصلی" کہا کرتا تھا کہ ہادی زندہ رہتا تو ہم اپنے گھروں کی دیواروں کو بھی سونے سے تعمیر کرتے[2]

لیجئے ۱۷۰ھ میں ہادی بھی اپنے کیفرِ کردار کو پہونچا اور ہارون اسلامی مملکت کا بادشاہ بن گیا[3] اور اُس وقت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی عمر مبارک ۴۲ سال تھی۔

ہارون کا دورانِ حکومت عبّاسی خاندان کے لئے ایک سنہرا موقع تھا، اور ساری ملّتِ اسلامیہ گویا (عبّاسیوں) ان کی ملکیت تھی۔ بیت المال ان کی ہر خواہش کو پورا کرنے کے لئے ہر وقت کھلا تھا، کوئی روک ٹوک نہ تھی۔

جب ہارون لوگوں سے بعیت لے چکا تو اُس نے یحییٰ برمکی (ایرانی) کو اپنی وزارت کے لئے منتخب کیا اور تمام اختیارات اُسے سونپ دیئے۔ اسے اس بات کا پورا اختیار تھا، جسے چاہتا منصب عطا کرتا اور جسے چاہتا معزول کر دیتا یہاں تک کہ ہارون نے اپنی "مُہر" بھی اُس کے حوالے کر دی[4] مملکت کے تمام امور یحییٰ برمکی کے سپرد کر کے خود عیش و نوش، شراب و کباب میں مشغول ہو گیا۔ محفلِ ساز و طرب ہر وقت جمی رہتی اور یہ اُسی میں جا ہی لیا کرتا، قیمتی جواہرات کا جمع کرنا

---

[1] تاریخ طبری جلد ۱۰ صفحہ ۵۹۳

[2] حیاۃ الامام جلد ۱ صفحہ ۴۵۸

[3] تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۴۰۷ طبع بیروت

[4] طبری جلد ۱۰ صفحہ ۶۰۳

اُس کا مشغلہ تھا، لہو ولعب اُس کی زندگی تھی۔

اس زمانے میں جبکہ دُو یا چار سالہ گوسفند کی قیمت صرف "ایک درہم" تھی اُس وقت بیت المال میں ۵۰ کروڑ ۲ لاکھ ۴۰ ہزار کی خطیر رقم موجود تھی[1]

بیت المال کی رقم کو ہارون اپنی ذاتی ملکیت تصور کرتا اور بے دریغ خرچ کرتا تھا۔ اُس نے "اشجع" نامی شاعر کو اُس کے قصیدے کے عوض دس لاکھ درہم دیئے[2] اور ابراہیم موصلی موسیقی کار اور ابوالعتاھیہ شاعر کو چند اشعار کے بدلے ایک لاکھ درہم اور سو جوڑے کپڑے انعام دیئے[3]

ہارون کے محل میں ناچنے، گانے، بجانے والی عورتوں کی بھرمار تھی۔ ہر قسم کے ساز و آواز کی ماہر عورتیں اُس کے محل میں موجود تھیں اور ہر قسم کے ساز و آواز وہاں موجود تھے[4] محل نہیں تھا بلکہ سرد دوزخ تھا۔ ہارون کو جواہرات خریدنے کا بے پناہ شوق تھا، اُس نے صرف ایک انگوٹھی کی قیمت ایک لاکھ دینار ادا کی[5]

صرف باورچی خانہ کا خرچ روزانہ دس ہزار درہم تھا اور کبھی کبھی تیس تیس طرح کے انواع و اقسام کے کھانے دسترخوان پر موجود رہتے تھے[6]

---

[1] حیاۃ الامام جلد ۲، صفحہ ۲۹۔

[2] حیاۃ الامام جلد ۲، صفحہ ۳۹

[3] حیاۃ الامام جلد ۲، صفحہ ۳۲

[4] حیاۃ الامام جلد ۲، صفحہ ۶۲

[5] الامامتہ والسیاستہ، جلد ۲

[6] حیاۃ الامام، جلد ۲، صفحہ ۳۹

ایک مرتبہ ہارون نے کھانے پر اونٹ کا گوشت طلب کیا اور جب یہ غذا تیار ہو کر ہارون کے سامنے آئی تو اُس وقت جعفر برمکی نے کہا ــــ "خلیفہ کو معلوم ہے کہ اِس غذا پر کتنا خرچ ہوا ہے ؟

ــــــــ تین درہم

نہیں ، خدا کی قسم چار ہزار درہم خرچ ہوئے ہیں، کیونکہ ہر روز اونٹ ذبح کیا جاتا ہے تاکہ جب کبھی خلیفہ اس قسم کی غذا کی فرمائش کرے تو فوراً حاضرِ خدمت کی جاسکے[۱]

ہارون جُوا بھی خوب کھیلتا تھا اور شراب بھی جی کھول کر پیتا تھا اور کبھی تو عمومی مجلسوں میں یہ حرکت کرتا تھا[۲] اسی کے ساتھ ساتھ عوام کو بہلانے اور اُن کو فریب دینے کے لئے حج ادا کرتا تھا، اور کبھی مجلسِ وعظ بھی بلاتا، واعظ سے کہتا مجھے موعظہ کرو اور جب کوئی واعظ نصیحت کرتا تو اس وقت خوب آنسو بھی بہاتا تھا۔

۱؎ حیاۃ الامام۔ جلد ۲، صفحہ ۳۰

۲؎ حیاۃ الامام۔ جلد ۲، صفحہ ۷۰

روشِ امامؑ

ہارون کو ہمیشہ یہ غم ستائے رہتا کہ آخر علیؑ کی اولاد ہماری حکومت کو تسلیم کیوں نہیں کرتی، اور صرف اِس بات کے لئے کہ آلِ علیؑ ہماری سلطنت و بادشاہت کو رسمی طور پر تسلیم کرلے۔ ہارون ہر امکانی کوشش کیا کرتا تھا۔ اُن کو طرح طرح کی ایذائیں پہونچاتا۔ اُن کی شخصیت اور کردار کو سُبک کرنے کی کوشش کرتا، اور اِس مقصد کے لئے اُس نے بہت سے شاعر خرید رکھے تھے، اِن درباری شاعروں کا کام صرف یہ تھا اور یہ لوگ اسی کی روٹی کھاتے تھے کہ ہمیشہ ہارون اور اُس کے خاندان کی مدح سرائی کرتے رہیں۔ اور معاذاللہ آلِ علیؑ کی مذمت کریں، اُن کے اخلاقی فضائل پہ پردہ ڈالیں — "منصور نمری" نے ایک قصیدہ آلِ علیؑ کی ہجو میں کہا۔ ہارون نے قصیدہ سننے کے بعد حکم دیا کہ "منصور" کے لئے بیت المال کے دروازے کھول دیئے جائیں اور منصور کو اِس بات کی اجازت ہے کہ وہ جتنا بھی لینا چاہے لے جاسکتا ہے[۱]

ہارون نے بغداد میں رہنے والے تمام آلِ علیؑ مدینہ کو شہر بدر کردیا، اور ان میں سے بے شمار لوگوں کو قتل کرادیا، اور کتنوں کو زہر دیدیا[۲]

یہ تمام باتیں تو تھی ہیں، ہارون کو اس بات سے بھی کوفت تھی کہ آخر لوگ امام حسین علیہ السّلام کی زیارت کے لئے اس قدر کیوں آمادہ ہیں، اور کیوں

---

[۱] حیاۃ الامام، جلد ۲، صفحہ ۷۷

[۲] مقاتل الطالبین، جلد۔ صفحہ ۴۶۳ - ۳۹۷

برابر زیارت سے شرفیاب ہوا کرتے ہیں۔ اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کیلئے اُس نے یہ حکم دیا کہ وہ تمام گھر ڈھا دیئے جائیں جو امام حسین علیہ السّلام کی قبر کے ارد گرد ہیں۔ اُس نے یہ بھی حکم دیا کہ وہ درختِ سدری بھی کاٹ ڈالا جائے جو قبرِ مطہر پر سایہ افگن ہے[۱] جبکہ حضرتِ پیغمبرِ اسلام پہلے ہی تین مرتبہ ارشاد فرما چکے ہیں کہ خدا لعنت کرے اُس شخص پر جو درختِ سدری کو قطع کرائے[۲]

اب ایسے ماحول میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے لئے زندگی بسر کرنا کس قدر دشوار کام تھا، امام علیہ السّلام کبھی بھی ایسی حکومت کی طرفداری نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ آپ کے آبا و اجداد نے کبھی بھی حکومتِ جور کی طرفداری نہیں کی، یہی وجہ ہے کہ آپ ان لوگوں سے راضی تھے جو مقامِ فخ میں شہید کئے گئے، جنھوں نے حکومت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنا چاہا تھا۔ امام علیہ السّلام شیعوں کے حالات کی باقاعدہ دیکھ بھال کرتے تھے۔ اور ہر ایک کے لئے مناسب راہ و روش معین فرماتے اور اس پر کڑی نگاہ رکھتے ہر ایک کا محاذ الگ الگ تیار کرتے۔ ذیل کے واقعہ سے اس بات کا باقاعدہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ امام علیہ السّلام اپنے اصحاب کو کردار کی کس منزل پر دیکھنا چاہتے تھے۔ انھیں یہ بات گوارا نہ تھی کہ ان کا کوئی دوست اور شیعہ باطل حکمرانوں سے تعاون کرے۔

"صفوانؒ بن مہران" کا شمار امامؑ کے خاص اصحاب میں ہوتا ہے۔ امام علیہ السّلام نے صفوانؒ سے ارشاد فرمایا کہ:-

---

[۱] امالی شیخ طوسیؒ، صفحہ ۲۰۶ طبع حجری

[۲] امالی شیخ طوسیؒ، صفحہ ۲۰۶

"تمھاری تمام باتیں بہترین ہیں، تمھارے کردار کا ہر پہلو روشن اور تابندہ ہے، مگر یہ بات ذرا درست نہیں ہے اور وہ یہ کہ تم نے اپنے اونٹ ہارون کو کرائے پر دیئے ہیں۔"

صفوانؓ نے عرض کی:۔

"مولا! میں نے سفرِ حج کے لئے کرایہ پر دیئے ہیں۔ میں نے صرف اونٹ کرائے پر دیئے ہیں اور خود تو اُن کے ہمراہ نہیں گیا، نہ جاؤنگا۔"

امام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:۔

"صرف اِسی بات کے لئے تم اِس بات کے خواہشمند ہو کہ ہارون کم از کم اُس وقت تک تو زندہ رہے کہ وہ حج سے واپس آئے اور تمھارے اونٹ صحیح وسالم تم کو ملیں اور اُس کا تمام کرایہ بھی تم کو وصول ہو۔"

صفوانؓ نے عرض کی:۔

"مولا! یہ بات تو ہے۔"

امام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:۔

"ہر وہ شخص جو کسی ظالم وجابر کی حیات اور زندگی کا خواہاں ہو اُس کا شمار بھی اُسی ظالم کے زمرے میں ہوگا۔"[1]

---

[1] رجال کشی صفحہ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ "حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یونس بن یعقوب سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو اگر یہ لوگ مسجد بھی تعمیر کرا رہے ہوں تو اُس وقت بھی ان کے ساتھ تعاون نہ کرنا۔" (وسائل جلد ۱۲، صفحہ ۱۲۰۔ ۱۳۰)

اور اگر بعض حضرات کو اس بات کی اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنے منصب پر فائز رہیں اور ہارون کی حکومت میں کام کرتے رہیں تو اُس کی ایک سیاسی حیثیت تھی اور امام علیہ السّلام انھیں حضرات کو اس بات کی اجازت دیتے تھے جن کے بارے میں پورا پورا اطمینان تھا، اور ان لوگوں کو اس لئے یہ اجازت دی گئی تھی تاکہ اس ظالم و جابر حکومت کی نیرنگیوں کی اطلاع ملتی رہے اور شیعوں کی جان و مال کسی حد تک محفوظ رہے اور اُن کا استحصال نہ ہو سکے۔ اسی لئے جب "علی بن یقطین" نے اپنے منصب سے استعفیٰ دینے کا ارادہ کیا تو امام علیہ السّلام نے اس بات کی اجازت نہ دی۔

ہاں خود امام علیہ السّلام اور نہ آپ کے اصحاب ہی کسی وقت بھی اس حکومت کے ساتھ تعاون کرتے تھے خواہ کتنی مصیبت میں گرفتار کیوں نہ ہوں اور کتنی ہی مشکلات کا شکار رہوں۔

جس وقت امام علیہ السّلام ہارون کے قید خانہ میں تھے اُس وقت ہارون نے "یحییٰ بن خالد" امامؑ کے پاس بھیجا اور کہا کہ اگر امام ہم سے عفو و درگزر کی درخواست کریں تو ہم ان کو فوراً آزاد کر دیں گے۔

امامؑ نے ارشاد فرمایا:- "یہ تو نہیں ہو سکتا[1]

حکومت یہ خیال کر رہی تھی کہ مشکلات اور مصائب کی بھرمار امام علیہ السّلام کے عزائم میں خلل پیدا کر سکتی ہے مگر حکومتِ وقت کو ہر قدم پر زک اٹھانا پڑی اور اُن کی ہر کوشش ناکام ہوتی رہی۔ ایک مرتبہ امام علیہ السّلام نے قید خانہ

---

[1] غیبت شیخ طوسی۔ صفحہ ۲۱ طبع حجری

سے ایک خط ہارون کو لکھا، ان جملوں پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حکومت اپنے ہر اقدام میں ناکام رہی اور اس سلسلے میں کوئی بھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی:۔

"مجھ پر گذرنے والا ہر دن سختی اور مشکلات میں گذر رہا ہے اور تیرا ہر دن آسائش و آرام میں گذر رہا ہے۔ لیکن جب ہم دونوں ایک ایسی دنیا کی طرف روانہ ہو جائیں گے جہاں زوال نہیں ہے بلکہ دوام ہی دوام ہے اُس دن ظالم و جابر ہی نقصان اٹھانے والے ہوں گے"۔[1]

امام علیہ السّلام کے یہ جملے ہارون کو کھلا ہوا چیلنج ہیں، اپنی کامیابی اور ہارون کی شکست کا اعلان کر رہے ہیں۔ یہ بات شاید باعثِ اشتباہ ہو کہ ہارون کو صرف اس بات کا خوف تھا کہ امامؑ کی محبوبیت میں ہر روز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے، اور لوگوں کے دل اُن کی طرف کھنچتے چلے جا رہے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ حسد کی بنا پر امام علیہ السّلام کو قید کیا تھا۔ بلکہ ہارون کو اس بات کا یقین ہو چلا تھا کہ امام علیہ السّلام ایک انقلاب کے لئے زمین ہموار کر رہے ہیں۔ اور امامؑ کے شیعہ بالکل ہمارے ساتھ کوئی تعاون نہیں کر رہے ہیں اور حکومت کی نافرمانی کرنا اپنا شرعی وظیفہ خیال کرتے ہیں اور ان لوگوں کو جب بھی موقع ملا تو یہ ہماری بساطِ حکومت کو اُلٹ کر رکھ دیں گے، یہ لوگ کردار کے اتنے سخت ہیں کہ خزانوں کے ذریعہ بھی انھیں خریدا نہیں جا سکتا، اور آج کل جو خاموشی نظر آ رہی ہے وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ ان لوگوں کا نظریہ بدل چکا ہے بلکہ یہ سکوت ایک طوفان کا پیش خیمہ ہے۔ یہ حضرات

---

[1] تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۳۲

صرف وقت اور مناسب موقع کے منتظر ہیں، لہٰذا خیریت صرف اس میں ہے کہ لوگوں کو قید کر دیا جائے، اور ہارون کو جب بھی موقع ملا وہ حضرتؑ کے دوستوں کو قتل کراتا رہا اور ایک شہر سے دوسرے شہر ان کو شہر بدر کرتا رہا اور اس وقت تو بے حیائی کی کوئی انتہا نہ رہی جب ہارون عوام کو بہلانے کے لئے قبرِ رسولؐ کی زیارت کے لئے آیا، تو بجائے اس کے کہ اپنے ظلم و جور کے بارے میں عذر خواہی کرتا پیغمبرِ اسلامؐ کو مخاطب کر کے کہنے لگا:-

"اے رسولِ خداؐ! میں آپ کی خدمت میں اس بات کی معذرت چاہتا ہوں جو میں نے آپ کے فرزندِ عزیز حضرت موسیٰ بن جعفر کے بارے میں اختیار کی ہے۔ میں اس بات سے دلی طور پر راضی نہیں ہوں کہ اُن کو قید کروں، مگر مجھے اس بات کا خوف ہے کہ آپ کی اُمت کے درمیان خونریزی ہو، لہٰذا میں آپ کے فرزندِ عزیز کو قید کر رہا ہوں!"

امام علیہ السّلام جو وہیں نزدیک نماز پڑھ رہے تھے، ہارون نے حواریوں کو حکم دیا کہ امامؑ کو قید کر لیا جائے اور بصرے کے ایک قید خانے میں قید کر دیا جائے۔

امام علیہ السلام ایک سال تک بصرہ میں "عیسیٰ بن جعفر" کے قید خانے میں قید و بند کی زندگی بسر کرتے رہے۔ امام علیہ السّلام کے اخلاق اور کردار کا عیسیٰ بن جعفر پر ایسا اثر ہوا کہ اُس نے ہارون کو خط لکھا کہ فوراً امام کو میرے پاس سے بلا لیا جائے ورنہ میں اُن کو آزاد کر دوں گا۔

ہارون کے حکم کے مطابق امامؑ کو بصرہ سے بغداد منتقل کر دیا گیا، اور یہاں "فضل بن ربیع" کے قید خانہ میں رکھا گیا اور کچھ ہی دنوں بعد امامؑ کو "فضل بن یحییٰ"

کے قید خانے میں منتقل کردیا گیا ، اور جب ہر ایک امامؑ کے اخلاق و کردار سے متأثر ہوگیا تو آخر میں ہارون نے امامؑ کو "سندی بن شاھک" کے قید خانے میں منتقل کردیا[1]

امام علیہ السّلام کو اس قدر جلد جو ایک قید خانے سے دوسرے قید خانے میں منتقل کیا جاتا رہا ، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہر ایک دربان سے ہارون کی خواہش یہی رہی کہ وہ امامؑ کو قتل کردے مگر کوئی بھی اپنے ہاتھ کو امامؑ کے خون سے رنگین کرنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ بات ہارون کے لئے ایک مسئلہ بن گئی ، آخرِ کار ہارون کو ایک ضمیر فروش ہاتھ آہی گیا ، جس کا نام تھا "سندی بن شاہک" اُس نے ہارون کے اشارے پر امام علیہ السّلام کو زہر دیدیا ، اور قبلِ شہادت اُس نے شہر کی متعدد معزز شخصیتوں کو بلایا تاکہ یہ لوگ اس بات کی گواہی دیں کہ امامؑ کی موت کسی سازش کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ موت طبعی موت ہے کسی نے زہر وغیرہ نہیں دیا ہے۔ اور یہ اقدام صرف اس لئے کیا گیا تھا کہ امامؑ کے قتل کا دھبّا عبّاسی حکومت کے دامن پر نہ آنے پائے اور لوگوں میں انقلاب کی لہر نہ دوڑنے پائے۔

مگر امام علیہ السّلام کی بصیرت نے حکومت کی تمام تر کوششوں پر پانی پھیر دیا اور اُن کی ہر سعی کو ناکام کردیا۔ کیونکہ جیسے ہی بلائے ہوئے لوگوں نے امام علیہ السّلام کی طرف دیکھا ، اس وقت گرچہ زہر کی شدت کی بناء پر امامؑ سخت کرب میں مبتلا تھے ، زہر سارے جسم میں سرایت کرچکا تھا ، اسی حالت میں امامؑ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لے آنے والو اور گواہی دینے والو مجھے نو عدد خرموں کے ذریعے

---

[1] غیبت شیخ طوسیؒ ، صفحہ ۲۲ - ۲۵ طبع حجری

زہر دیا گیا ہے جس کی بنا پر کل تک میرا بدن سبز ہوجائے گا، اور پھر پرسوں میری شہادت واقع ہوجائے گی[1]

ایسا ہی ہوا جیسا کہ امامؑ خبر دے گئے تھے۔

دو دن بعد ۲۵ رجب ۱۸۳ھ کو امام علیہ السّلام کی شہادت واقع ہوگئی[2] آپ کے غم میں آسمان نے ماتمی لباس پہنا، بادلوں نے آنسو برسائے جنھیں زمین نے اپنے رومال میں جگہ دی، تمام شیعوں کا دل ماتم کدہ بنا، ملتِ اسلامیہ ایک عظیم رہبر اور عالیقدر امامؑ سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئی۔

ہم با اشک و آہ اس عظیم اور انقلاب آفریں امامؑ کی بارگاہِ اقدس میں عرض کرتے ہیں ــــــــ

شام کا وہ وقت جب آفتاب اپنا چہرہ چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور مغرب کے دامن میں پناہ لینے کے لئے تیزی سے بڑھنے لگتا ہے. غم گرفتہ ہوا کے جھونکے ستم رسیدہ کھجور کی شاخوں کو ایک دوسرے کے گلے ملاتے ہیں تو یہ شاخیں ایک دوسرے سے گلے مل کر تیری داستان سناتی ہیں اور ان مصائب کا تذکرہ کرتی ہیں جو تیری ذات پر ٹوٹے، اور تیرا کردار ساز اور انقلاب آفریں پیغام نسیم کے گوش گذار کر دیتے ہیں تاکہ یہ پیغام دوسروں تک برابر پہونچتا رہے۔

بہار نے تیرے غم میں خزاں کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ یہ جو بجلیاں چمکتی ہیں، یہ دراصل وہ آگ ہے جو تیرے غم میں آسمان کے دل میں لگی۔ ہونے والی بارش

---

[1] عیون اخبار الرضا، جلد۱، صفحہ ۹۷

[2] کافی، جلد۱، صفحہ ۴۸۶۔ انوار البہیہ صفحہ ۹۸

وہ قطرہائے اشک ہیں جو با دلوں نے تیرے غم میں بہائے ہیں۔

اے امامؑ بزرگ ——————

اے امامؑ انقلاب آفریں ——————

صدیوں کے دبیز پردے، تاریخ کی تاریک وادیاں، وقت کی سیاہ راتیں تیرے عظیم پیغام کو چھپا نہیں سکتیں، تیرا کردار ساز پیغام، وحی کے سانچے میں ڈھلا ہوا پیام آج بھی فضائے بے کراں میں گونج رہا ہے۔ ہمارا گریہ کسی بزدلی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ہم اس لئے اشکبار ہیں کہ تیری زندگی سے عزم و استقلال کا سبق حاصل کریں اور تیرے پیغام کو تاریخ کے قبرستان سے نکال کر دنیا تک پہنچا سکیں۔ اور سب سے اہم یہ کہ تیری بنائی ہوئی بنیادوں پر اپنے کردار کی تعمیر کر سکیں اور تیرے اخلاق کے آئینے میں اپنا اخلاق دیکھیں۔

ہمارا سلام بلکہ تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ کا سلام ہو تیری ذاتِ پاک پر——

ہمیشہ اور ہر جگہ ——————

امامؑ کے مناظرے

ائمہ علیہم السّلام جو سرچشمۂ وحی سے سیراب و سرشار تھے ، ان سے جب کوئی سوال کیا جاتا تو سوال کرنے والے کی استعداد اور فہم کے مطابق اس کا جواب مرحمت فرماتے ۔ آپ کے سخت ترین دشمن بھی جب کوئی علمی گفتگو کرتے تو لوگوں کو اپنے جہل اور نادانی کا پورا پورا احساس ہو جاتا اور اس بات کا یقین ہو جاتا کہ ہم اپنی جگہ کچھ بھی ہوں مگر ان کے مقابلے میں بالکل گونگے ہیں ۔ جس مسئلہ کو ہم قطعاً مشکل سمجھتے ہیں وہ ان کے لئے اتنا ہی آسان ہے ۔

ہارون نے امام علیہ السّلام کو مدینہ سے بغداد بلوایا ، بحث کرنے کی غرض سے ۔ وہ کچھ سوالات کرنے لگا ۔

ہارون ـــــ دل چاہتا ہے کہ آپ سے چند سوال کروں جو مجھے مدتوں سے پریشان کئے ہوئے ہیں اور آج تک میں نے یہ سوالات کسی سے پوچھے نہیں ، کیونکہ مجھے آپ کے بارے میں یقین ہے کہ آپ صحیح جوابات دیں گے لہٰذا آپ سے سوال کر رہا ہوں اور مجھے لوگوں نے یہ خبر بھی دی ہے کہ آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے ۔

امامؑ ـــــ اگر مجھے بیان کی پوری آزادی دی جائے تو اس صورت میں تیرے سوالات کا جواب دوں گا ۔

ہارون ــــــ آپ کو بیان کی پوری آزادی حاصل ہے۔ آپ کا جو دل چاہے بیان فرمایئے۔ میرا پہلا سوال یہ ہے کہ:۔

"آپ اور دوسرے لوگ اس بات کے معتقد کیوں ہیں کہ ابوطالبؑ کی اولاد بنی عباس سے افضل ہے جبکہ ہم اور آپ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں یعنی ہم دونوں ہاشمی ہیں۔ ابوطالب اور عباس دونوں ہی پیغمبرؐ اسلام کے چچا تھے لہٰذا پیغمبرِ اسلام کے رشتے سے بھی ہم دونوں برابر ہیں۔"

امامؑ ــــــ ہم تم سے کہیں زیادہ پیغمبرِؐ اسلام سے قریب ہیں۔

ہارون ــــــ وہ کیسے؟

امامؑ "میرے جدِّ بزرگوار جناب ابوطالبؑ اور پیغمبرِ اسلام کے والدِ بزرگوار جنابِ عبداللہؑ دونوں سگے بھائی تھے جبکہ عباس صرف مادری بھائی تھے۔"

ہارون ــــــ دوسرا سوال:۔ "آپ لوگوں کا کہنا ہے کہ پیغمبرِؐ اسلام کی وفات کے بعد اُن کے وارث آپ حضرات ہیں اور پیغمبرِؐ اسلام کی میراث آپ ہی لوگوں کو ملے گی۔ جبکہ وفاتِ پیغمبرِؐ اسلام کے وقت انکے چچا جنابِ عباسؓ زندہ تھے اور دوسرے چچا جناب ابوطالبؑ زندہ نہ تھے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ چچا کی موجودگی میں میراث بھتیجوں کو نہیں ملتی۔

امامؑ ــــــ کیا مجھے بیان کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے؟

ہارون ـــــــ یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔

امامؑ ـــــــ حضرت امام علی علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ اولاد کی موجودگی میں صرف ماں، باپ، شوہر اور زوجہ کو میراث ملتی ہے اور بس۔ اولاد کی موجودگی میں چچا کا کوئی بھی حصّہ نہیں ہے، نہ تو قرآن ہی میں اس کا ذکر ہے اور نہ حدیث میں اس کا تذکرہ۔ جو لوگ میراث کے مسئلے میں چچا کو باپ کی صف میں کھڑا کرتے ہیں یہ ایک بے بنیاد سی بات ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (لہٰذا حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی موجودگی میں کسی دوسرے کا پیغمبرؐ کی میراث میں کیا حصّہ۔)

اِس کے علاوہ پیغمبرِ اسلام نے حضرت علی علیہ السّلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ "تم میں سب سے بہترین فیصلہ کرنے والے حضرتِ علیؑ ہیں" اور عمر بن خطاب نے بھی کہا ہے کہ "ہمارے درمیان سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے حضرت علیؑ ہیں"

یہ حدیث دیکھنے اور سننے میں تو صرف ایک جملہ ہے اور درحقیقت ایک عنوانِ کامل ہے حضرت علی علیہ السّلام کے بارے میں۔ وہ تمام علوم و کمالات جو پیغمبرِ اسلام نے اُمّت کو دیئے ہیں اُن کا سب سے زیادہ حصّہ حضرت علیؑ کے پاس ہے۔ بہترین قاضی کا مطلب یہ ہے کہ تمام چیزوں پر اُن کی نظر دوسروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے بلکہ ان کے مقابلے میں تو قابلِ قیاس بھی نہیں ہے۔ پیغمبرِ اسلام کی حدیث صاف لفظوں میں بتا رہی ہے کہ علیؑ کا جو فیصلہ ہوگا وہ بالکل صحیح ہوگا۔

(اب حضرت علی علیہ السّلام کا یہ فیصلہ کہ اولاد کی موجودگی میں چچا کا کوئی حق

نہیں ہے۔ یہی فیصلہ حق ہے اور اسی کو قبول کرنا چاہیے نہ کہ دوسروں کے فیصلے کو جو کہ اسلامی احکام سے واقفیت نہیں رکھتے۔)

ہارون —— ایک اور سوال :

آپ، لوگوں کو اس بات کی اجازت کیوں دیتے ہیں کہ وہ آپ کو "فرزندِ رسولؐ" کے نام سے یاد کریں، درانحالیکہ آپ حضرت علی علیہ السّلام کی اولاد ہیں کیونکہ ہر اولاد اپنے والد کی طرف منسوب ہوتی ہے نہ کہ والدہ کی طرف اور پیغمبرِ اسلام آپ کے نانا ہیں دادا تو نہیں"۔

امامؑ —— اگر اس وقت پیغمبرِ اسلام زندہ ہو جائیں اور وہ تمھاری لڑکی کی خواستگاری کریں تو تم اُن کی یہ بات قبول کرو گے یا نہیں ؟

ہارون —— کیوں نہیں، یہ بات تو ہمارے لیے باعثِ شرف ہوگی اور اس نسبت کی بنا پر ہم عرب و عجم دونوں پر فخر و مباہات کریں گے۔

امامؑ —— اور اگر پیغمبرِ اسلام یہی مطالبہ مجھ سے کریں تو میں ہرگز قبول نہیں کروں گا۔

ہارون —— کیوں ؟

امامؑ —— کیونکہ پیغمبرِ اسلام میرے جدِّ بزرگوار ہیں گرچہ جدِ مادری ہیں، لیکن وہ تمھارے تو جدِّ مادری بھی نہیں ہیں۔ یہی فرق ہے کہ تم پیغمبرِ اسلام کے پیغام کو قبول کر لو گے جبکہ ہمارے لیے

اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ہارون ـــــ آپ لوگ اپنے کو ذرّیتِ رسولِ خُدا کیوں کہتے ہیں جب کہ ذرّیت لڑکے کی نسل سے چلتی ہے نہ کہ لڑکی کی نسل سے۔

امامؑ ـــــ اس سوال کا جواب نہ چاہو تو زیادہ بہتر ہے۔

ہارون ـــــ نہیں، آپ اس سوال کا جواب ضرور مرحمت فرمائیں اور کوئی دلیل قرآن سے بھی پیش کریں۔

امامؑ ـــــ ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف و موسیٰ وھارون وکذٰلک نجزی المحسنین وذکریا ویحییٰ وعیسیٰ [1]

اب میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اس آیت میں جو جناب عیسیٰؑ کو حضرت ابراہیمؑ کی ذرّیت قرار دیا گیا ہے تو یہ نسبت پدری تھی یا مادری؟

ہارون ـــــ قرآن کا صاف صاف بیان ہے کہ جناب عیسیٰؑ تو بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔

امامؑ ـــــ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جناب عیسیٰؑ اپنی والدہ کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ کی ذرّیت قرار دیئے گئے۔ اور اسی قانون کے تحت ہم بھی اپنی والدۂ ماجدہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی طرف سے رسولؐ خدا کی ذرّیت ہیں۔

---

[1] سورۂ انعام۔ آیۃ ۸۴

اس کے علاوہ کوئی دوسری آیت بھی پیش کروں؟

ہارون ـــــ ضرور۔

امامؑ ـــــ وہ آیت آیۂ مباہلہ ہے۔ فمن حاجك فيه من بعد ماجائك من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائكم ونسائنا ونسائكم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين[۱]

تمام ملتِ اسلامیہ اس بات پر متفق ہے کہ پیغمبرِ اسلام مباہلہ میں صرف علیؑ، فاطمہؑ، حسن اور حسین علیہم السّلام کو اپنے ہمراہ لے گئے اور کسی دوسرے کو اپنے ساتھ نہ لے گئے تو ابنائنا (اپنی اولاد) کے مصداق حسن اور حسین علیہم السّلام کے علاوہ کوئی اور ہیں یہ دونوں حضرات اگرچہ پیغمبرِ اسلام کے نواسے ہیں مگر ان کو اس آیت میں رسولؐ کی اولاد کہا گیا ہے

ہارون ـــــ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو اس کے بارے میں ارشاد فرمائیے۔

امامؑ ـــــ نہیں، البتہ میں اپنے گھر واپس جانا چاہتا ہوں۔

ہارون ـــــ اس کے بارے میں تو مجھے فکر کرنا ہوگی۔[۲]

۱؎ سورۂ آلِ عمران۔ آیۃ ۶۱

۲؎ عیون اخبار الرضا جلد ا صفحہ ا۸ طبع قم۔ احتجاج طبرسی صفحہ ۲۱۱ ـ ۲۱۳ طبع حجری نجف۔ بحار جلد ۴۸ ـ صفحہ ۱۲۹ ـ ۱۲۵ طبع جدید۔

عِبَادَت

ائمہ علیہم السّلام عبادتِ خداوندی کے عاشق رہے۔ راتیں ہمیشہ رکوع و سجود میں بسر ہوتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ائمہ علیہم السّلام معرفت کے اس درجے پر فائز تھے کہ عبادت کے علاوہ کوئی اور چیز ان کو نہیں بھاتی تھی۔ اجتماعی امور سے جب بھی فرصت ملتی تو وقت عبادت میں بسر ہوتا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کو جب ہارون نے قید خانہ میں قید کر دیا تو امام علیہ السّلام نے یہ جملے ارشاد فرمائے جس سے بخوبی یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ امام علیہ السّلام عبادتِ خدا کے کس قدر عاشق تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنّی طالما کنت اسالك ان تفرغنی لعبادتك وقد استجبت منّی فلك الحمد علیٰ ذٰلك [1]

خدایا! میں مدتوں سے یہ دعا مانگ رہا تھا کہ مجھے فرصت عنایت فرما تاکہ میں تیری عبادت کرسکوں آج میری وہ دعا قبول ہوگئی جس کی بنا پر میں تیری بارگاہ میں سپاس گذار ہوں۔

یہ جملے جہاں عبادتِ امامؑ کو اُجاگر فرماتے ہیں وہیں یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ امام علیہ السّلام جب تک مدینہ میں آزاد تھے اس وقت آپ اجتماعی امور میں کس درجہ مصروف رہتے تھے۔

---

[1] حیاۃ الامام جلد ا، صفحہ ۱۴۰۔ ارشادِ مفیدؒ صفحہ ۲۸۱

جس وقت امام علیہ السّلام "ربیع" کے قید خانے میں تھے تو ہارون کبھی کبھی اپنے گھر کی پشت بام پر جاکر قید خانے کی طرف دیکھا کرتا تھا۔ ہر مرتبہ اُسے یہی ایک منظر نظر آیا کہ زنداں کے ایک گوشے میں ایک لباس پڑا ہوا ہے جس میں حس و حرکت نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ہارون نے "ربیع" سے پوچھ ہی لیا کہ قید خانے میں وہ لباس کس کا پڑا ہوا ہے۔ ربیع نے کہا وہ لباس نہیں ہے بلکہ وہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جن کا اکثر وقت سجدۂ خالق میں بسر ہوتا ہے۔

ہارون نے کہا: "بخدا وہ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ عبادت گذار ہیں۔"

ربیع نے کہا: "پھر یہ حکم کیوں دیتا ہے کہ قید خانے میں اُن پر سختی کی جائے؟"

ہارون نے کہا: "افسوس! اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں ہے۔"[۱]

ایک مرتبہ ہارون نے ایک حسین و جمیل عورت کو قید خانے میں بھیجا اور غرض یہ تھی کہ اگر امام کی طرف کوئی توجہ دیں تو حکومت کے لئے ایک بہت بڑا بہانہ ہوگا جس کے ذریعہ ہم امامؑ کی بڑھتی ہوئی عزت اور ہر دلعزیزی کو روک سکتے ہیں۔ جب وہ عورت وہاں پہونچی تو امامؑ نے لانے والے سے کہا کہ یہ تمام چیزیں وہ ہیں جو تمھارے دلوں کو لبھا سکتی ہیں اور تم ان پہ فخر و مباہات کیا کرتے ہو مگر میرے لئے یہ حربے بیکار اور بے سود ہیں۔

ہارون نے امامؑ کا جواب سنکر غصّے میں کہا کہ ہم نے آپ کو آپ کی خوشنودی کی خاطر قید میں نہیں رکھا ہے (تاکہ ہم اس عورت کے سلسلے میں آپ کی رضا حاصل کریں۔ ابھی کچھ ہی دن گذرے تھے کہ ہارون کے جاسوسوں نے ہارون کو یہ خبر دی کہ

---

[۱] حیاۃ الامام جلد ۱، صفحہ ۱۴۳۔ ارشاد مفیدؒ صفحہ ۲۸۱

وہ عورت تو ہمیشہ عبادت ہی کیا کرتی ہے، اس کا اکثر وقت سجدے میں گذرتا ہے۔
ہارون نے کہا۔ "بخدا موسیٰ بن جعفر نے اس پر کوئی جادو کیا ہے۔

ہارون نے کنیز کو بلوا کر اس سے دریافت کیا۔ مگر وہ کنیز مسلسل امام علیہ السّلام کی تعریف کرتی رہی۔ ہارون نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کنیز کو بند کر دو تاکہ پھر کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرے۔ قید میں ہونے کے باوجود بھی کنیز مستقل عبادت میں مصروف رہی۔ اکثر رکوع و سجود میں بسر ہوتی۔ امام علیہ السّلام کی شہادت سے چند روز قبل کنیز نے وفات پائی[۱]

امام علیہ السّلام اکثر و بیشتر یہ دعا پڑھا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ الراحۃ عند الموت والعفو عند الحساب

خدایا! میں وقتِ مرگ راحت و آرام اور حساب و کتاب کے موقع پر عفو و درگذر کا خواہاں ہوں[۲]

امام علیہ السّلام قرآن بہت ہی اچھی آواز میں تلاوت فرماتے تھے، جو کوئی آپ کی آواز سنتا حیرت میں پڑ جاتا اور اس پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ مدینہ والے آپ کو "زین المتہجدین" "زینتِ شب زندہ داراں" کے لقب سے یاد کرتے تھے[۳]

---

[۱] مناقب ابن شہر آشوب جلد۴ صفحہ ۲۹۷۔ اختصار کے ساتھ طبع قم

[۲] ارشادِ مفید۔ صفحہ ۲۷۷

[۳] ارشادِ مفید۔ صفحہ ۲۷۹

حلمِ امامؑ

امام علیہ السّلام کے حلم کی مثال تو ڈھونڈھے سے نہیں ملتی۔ آپ کے اسمِ مبارک کے ساتھ "کاظم" کا لقب آپ کے اسی وصف کی ترجمانی کرتا ہے۔ آپ ہمیشہ غصّہ پی جایا کرتے تھے۔

بنو عبّاس کی حکومت کے دوران جب پوری ملّتِ اسلامیہ میں آزادی نام کی کوئی چیز نہ تھی، لوگوں کی جائداد کو بیت المال کے نام پر ضبط کیا جارہا تھا اور اس کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے صرف کیا جارہا تھا، عوام فقر و فاقہ کا بری طرح شکار تھے، تعلیم و تمدن سے بالکل بے بہرہ تھے، صرف انھیں چیزوں کا رواج تھا جس سے حکومت کی قدامت باقی رہے۔ لوگ اپنی جہالت اور نادانی کی بنا پر کبھی امامؑ کی شان میں نامنزا الفاظ کہتے مگر امام علیہ السّلام اپنے اخلاق و کردار سے غصّہ و غصّہ کو روکتے اور انھیں اخلاقیات کی تعلیم دیتے۔

ایک شخص مدینے میں زندگی بسر کیا کرتا تھا، اور جب کبھی امامؑ سے آمنا سامنا ہوتا تو آپ کی شان میں گستاخی کرتا۔

امامؑ کے بعض اصحاب نے امامؑ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس کا کام تمام کر دیں لیکن امام علیہ السلام ہمیشہ ان کو اس اقدام سے روکتے رہے ——

ایک دن امام علیہ السّلام نے اُس کے گھر کا پتہ دریافت کیا، معلوم ہوا کہ وہ

مدینہ کے باہر کھیتی کرتا ہے، امام علیہ السلام سوار ہوکر اس کے گھر گئے، دیکھا کہ وہ کھیت میں کام کر رہا ہے، امام علیہ السلام اسی حالت میں اس کے قریب گئے۔ اُس نے اسی حالت میں چیخ کر کہا، میرا کھیت نہ روندیئے۔ مگر امامؑ نے اُس کی آواز پر کوئی توجہ نہ دی۔ اس کے قریب پہونچ کر آپ سواری سے اُترے اور بہت ہی خندہ پیشانی سے اُس سے پوچھا:۔

____ بھائی اس زراعت پر تم نے کتنا خرچ کیا ہے ؟

____ سَو دینار۔

____ کتنے منافع کی امید ہے ؟

____ مجھے غیب کا تو علم نہیں ہے۔

____ پھر بھی تمھیں کتنی امید ہے ؟

____ تقریباً دو سَو دینار فائدے کی امید ہے۔

امام علیہ السّلام نے تین سو دینار اسے مرحمت فرمائے اور فرمایا اس کے ساتھ ساتھ یہ زراعت بھی تمھاری، اور جتنے کی تمھیں امید ہے انشاء اللہ تمھیں اتنا ملے گا۔ وہ شخص فوراً کھڑا ہو گیا اور امام کی پیشانیٔ مبارک کا بوسہ دیا اور عرض کرنے لگا مولاؑ میں نے آپ کی خدمت میں بہت جسارت کی ہے، میں اپنی گستاخیوں کے سلسلے میں آپ سے معافی کا طلبگار ہوں۔ امامؑ نے ہلکا سا تبسم فرمایا اور واپس چلے آئے۔

دوسرے دن یہی شخص مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ امام علیہ السّلام وارد ہوئے، جیسے ہی اس کی نگاہ امامؑ پر پڑی کہنے لگا:۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ

خداوندِ عالم بہتر جانتا ہے کہ وہ پیغام (رسالت) کس کے سپرد کرے۔
اِشارہ اس طرف تھا کہ امامت اور خلافت صرف امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کو
زیب دیتی ہے۔

لوگوں نے آکر اس سے دریافت کیا کہ آخر معاملہ کیا ہے۔ پہلے تو تم بہت
بُرا بھلا کہا کرتے تھے۔

اُس نے پھر امامؑ کے حق میں دعا کرنا شروع کر دی اور لوگ اس سے بحث
کیے جا رہے تھے۔

ایک دن امام علیہ السّلام نے ان لوگوں سے دریافت کیا جو اس کے قتل کا
ارادہ رکھتے تھے۔ بتاؤ کون سا اقدام زیادہ بہتر تھا۔ تمھاری وہ نیت یا میرا
یہ کردار[1]

---

[1] تاریخ بغداد، جلد ۱۳ صفحہ ۱۲۸ - ارشاد مفیدؒ صفحہ ۲۷۸

سخاوتِ امامؑ

امام علیہ السلام نے کبھی بھی ذخیرہ اندوزی نہیں کی جب کبھی مال ملتا اس سے لوگوں کی مشکلات دور فرمایا کرتے تھے، بھوکے کو شکم سیر کرتے اور عریاں کو لباس پہناتے۔

محمد بن عبداللہ بکری کا بیان ہے" ایک مرتبہ میں مالی لحاظ سے بہت ہی ہی زیادہ پریشان تھا، یہ سوچ کر مدینہ وارد ہوا کہ یہاں کسی سے کچھ رقم بطور قرض حاصل کروں، مگر جس کے پاس گیا اس نے روکھا سا جواب دیا، ہر جگہ سے مایوسی ہوئی۔ دل میں سوچا کہ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں کیوں نہ چلوں اور ان کی خدمت میں اپنے حالات بیان کروں۔

میں امامؑ کو دریافت کرتا امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ ایک کھیت میں کام کر رہے ہیں۔ مجھ کو دیکھ کر امامؑ میرے قریب تشریف لائے۔ وہیں میرے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔ اس کے بعد مجھ سے دریافت کیا۔ تم کو مجھ سے کوئی کام ہے؟ میں نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ امامؑ اُٹھے اور وہیں پاس ایک کمرہ تھا، اس میں تشریف لے گئے اور سونے کے تین سو درہم لاکر مجھے عنایت فرمائے[1]۔

عیسیٰ بن محمد جن کی عمر ۹۰ برس کی تھی، ان کا کہنا ہے کہ میں نے ایک سال خربوزہ، خیار (کھیرا) کدو کی کاشت کی۔ جب فصل تقریباً تیار ہو گئی تو ٹڈی دل ٹوٹ پڑا جس کی

---

[1] تاریخ بغداد، جلد ا، صفحہ ۲۸

بنا پر ساری فصل برباد ہوگئی اور ایک سو بیس[۱۲۰] دینار کا نقصان اٹھانا پڑا۔ انھیں دنوں میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امامؑ اپنے ایک ایک دوست کے حالات سے باخبر رہتے تھے) سلام کیا اور حالات دریافت کئے۔ عرض کی مولا ٹڈی نے ساری فصل برباد کر دی۔

___ کتنا نقصان اٹھانا پڑا۔

___ سب ملا کر ایک سو بیس[۱۲۰] دینار۔

امام علیہ السلام نے ڈیڑھ سو[۱۵۰] دینار مجھے عطا فرمائے۔

عرض کی مولا! آپ کا وجود برکت ہے، اگر آپ دعا فرما دیں تو مشکلات دُور ہو جائیں۔

امامؑ نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ:-

پیغمبر اسلام کی حدیث ہے کہ جو چیز باقی رہ گئی ہے اُس سے وابستہ رہو اور برداشتہ خاطر نہ ہو۔

میں نے پھر اسی زمین کو پانی وغیرہ دیا اور تھوڑی سی محنت کی، خداوند عالم نے اس قدر برکت عطا فرمائی کہ میں نے فصل دس ہزار کی فروخت کی۔[۱]

---

[۱] تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۲۹

دوسرا قدم

ائمہ علیہم السّلام کی ہمیشہ سیرت یہ رہی ہے کہ اپنی زندگی ہی میں اپنے جانشین کا تعارف کرا دیتے تھے اور لوگوں کو بتا دیتے تھے کہ میرے بعد تمھارے رہبر اور امام یہ ہوں گے، اپنے جانشین کا نام، لقب، صفات وغیرہ سب بیان کر دیتے تھے تا کہ لوگ حیران، پریشان اور سرگرداں نہ رہیں اور موقع پرست غلط فائدہ نہ اٹھانے پائیں، یہی تمام باتیں امام جعفر صادق علیہ السّلام نے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام کے لئے کی تھیں، اگرچہ ہر موڑ پر حکومت کا سخت پہرہ تھا مگر پھر بھی امام جعفر صادق علیہ السّلام برابر اپنے جانشین کا اعلان فرماتے رہے اور اپنے جانشین کے القاب، صفات بیان فرماتے رہے۔ اس کے صرف چند نمونے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ علی بن جعفر کا بیان ہے کہ میرے والدِ بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے مخصوص اصحاب کو بلا کر ارشاد فرمایا: "میرے فرزند موسیٰ کے بارے میں میری یہ باتیں یاد رکھو، کیونکہ وہ میری تمام اولاد سے بلکہ میرے بعد تمام لوگوں سے بہتر ہے، میرے بعد وہی میرا جانشین ہوگا، اور وہی حجتِ خدا ہے تمام لوگوں کے لئے"[1]

۲۔ عمر بن ابان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے بعد کے اماموں کے نام بتائے۔

---

[1] اعلام الوریٰ طبرسی ص۲۹۱ طبع علمیہ اسلامیہ ۔ اثبات الهداة جلد ۵ ص۴۸۹

میں نے آپکے فرزند جناب اسماعیل کا تذکرہ کیا۔ فرمایا قسم بخدا یہ چیز ہمارے اختیار میں نہیں ہے بلکہ یہ ایک امر الٰہی ہے[1]

۳۔ "زرارہ" کا شمار امام جعفر صادق علیہ السّلام کے مخصوص اصحاب میں ہوتا ہے، زرارہ کا کہنا ہے کہ میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس وقت موسیٰ کاظم علیہ السّلام آپ کے داہنی جانب کھڑے تھے اور سامنے آپ کے فرزند جناب اسماعیل کا جنازہ رکھا ہوا تھا حضرت نے مجھ سے فرمایا۔ "زرارہ! جاؤ اور داؤد برقی، حمران، ابو بصیر (یہ حضرات امام جعفر صادق علیہ السّلام کے خاص اصحاب تھے) کو بلا لاؤ، میں گیا اور تینوں حضرات کو بلا لایا۔ ان کے ساتھ ہی دوسرے لوگ بھی آگئے۔ یہاں تک کہ اس کمرے میں تیس افراد جمع ہوگئے۔ امامؑ نے داؤد برقی کو مخاطب کر کے کہا: "اس جنازے سے چادر تو اٹھا دو" داؤد نے بڑھ کر چادر اٹھائی۔ امامؑ نے ارشاد فرمایا" اے داؤد! دیکھو اسماعیل زندہ ہیں یا مُردہ"۔ داؤد نے کہا" مولیٰ ان کا تو انتقال ہو چکا ہے۔

امامؑ ہر ایک کو بلاتے رہے اور ہر ایک سے یہی سوال کرتے رہے۔ سب نے گواہی دی کہ اسماعیل کا انتقال ہو چکا ہے اور وہ زندہ نہیں ہیں۔

امامؑ نے ارشاد فرمایا:" خدایا! گواہ رہنا میں نے ہر ممکن اقدام کر دیا ہے۔ اُس کے بعد امامؑ نے حکم دیا کہ اسماعیل کو غسل وکفن دیا جائے، جب غسل وکفن دیا جا چکا اُس وقت امامؑ نے مفضل سے ارشاد فرمایا کہ ان کا منھ تو کھولو مفضل نے حکم

---

[1] بصائر الدرجات ص۴۷۲ طبع جدید۔ اثبات الهداة جلد ۵ ص۳۸۴

کی تعمیل کی۔ امامؑ نے دریافت کیا کہ "کیا یہ زندہ ہیں یا مُردہ؟" مفضل نے عرض کی مولا ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ پھر امامؑ نے تمام حاضرین سے یہی سوال کیا، اور سب نے ایک ہی جواب دیا کہ اسماعیل کا انتقال ہو چکا ہے اور اب وہ زندہ نہیں ہیں۔

پھر امامؑ نے ارشاد فرمایا:۔ "خدایا! تو گواہ رہنا، لوگ ان تمام چیزوں کے باوجود بھی اس بات کی کوشش کریں گے کہ نورِ الٰہی کو خاموش کر دیا جائے، اور پھر اسماعیل کی امامت کے مسئلے کو اُٹھائیں گے۔

اس کے بعد اپنے فرزند حضرت موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا" خدا خود اپنے نور کی حفاظت فرمائے گا، گرچہ یہ بات بعض کو ناگوار ہی کیوں نہ گذرے۔

اس کے بعد جناب اسماعیل کو دفن کر دیا گیا، امامؑ نے پھر لوگوں سے دریافت کیا جس کو یہاں دفن کیا گیا وہ کون تھا۔ سب نے مل کر جواب دیا، آپ کے صاحبزادے جناب اسماعیل۔

امامؑ نے ارشاد فرمایا:۔ خدایا تو گواہ رہنا، پھر آپ نے اپنے فرزند جناب موسیٰ کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لیا اور ارشاد فرمایا:۔

هوالحق والحق معه ومنه الى ان يرث الله الارض و من عليها۔

یہ حق ہے اور حق اسی کے ساتھ ہے اور اسی سے ہے۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے۔[1]

---

[1] غیبت نعمانی ص۳۹ طبع حجری۔ بحار جلد ۴۸ ص۲۱

۴۔ "منصور بن حازم" نے امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کی کہ مولا! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ، زمانہ بڑا ہی خطرناک ہے ، ہر وقت جان خطرہ میں ہے۔ اگر خدانخواستہ ایسی کوئی صورت پیش آئی تو اُس وقت ہمارا امامؑ کون ہوگا؟ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ابوالحسن موسیٰ کے داہنے شانے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو اس وقت میرا یہ فرزند تمھارا امامؑ ہوگا۔ اس وقت جناب موسیٰ کاظم علیہ السّلام پانچ سال کے تھے۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام کے دوسرے فرزند جناب عبداللہ بھی اُس وقت تشریف فرما تھے، بعض لوگ ان کی امامت کے معتقد ہیں۔

۵۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ : حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے اصحاب کی ایک کثیر تعداد نے جناب موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی جانشینی اور امامت کی روایات کو نقل کیا ہے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں :- مفضل بن عمر، معاذ بن کثیر، عبدالرحمٰن بن حجّاج ، فیض بن مختار، یعقوب سراج ، سلیمان خالد، صفوان جمال وغیرہ ۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے دو بھائیوں جناب اسحاق اور جناب علی (جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں بے مثل و بے نظیر تھے) نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے [1]

---

[1] ارشاد مفیدؒ ، صفحہ ۲۷

ان تمام تفصیلات و توضیحات کے بعد یہ بات بالکل واضح اور روشن ہو چکی تھی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد آپ کے جانشین حضرت امام موسیٰ بن جعفر ہوں گے۔ اور جنابِ اسماعیل کی امامت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ آپ کا انتقال امام جعفر صادق علیہ السلام کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔ اور نہ امام صادق علیہ السلام کے کسی اور صاحبزادے کی امامت کا سوال ہے۔ کیونکہ امام صادق علیہ السلام نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین اور پیشوائے خلق حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام ہونگے۔ ہاں کچھ لوگ جو راہِ حق سے منحرف ہو گئے وہ ضرور جناب اسماعیل کی امامت کے قائل ہوئے۔

شاگردانِ امامؑ

امام علیہ السّلام کی سیرت و کردار ہوبہو پیغمبرؐ کی سیرت تھی۔ آپ بھی اپنے آبا و اجداد کی طرح لوگوں کی علمی تشنگی بجھاتے رہے اور ہر ایک آپ کے دریائے علم سے بقدرِ ظرف استفادہ کرتا رہا۔ آپ کا اندازِ تعلیم اس قدر مؤثر تھا کہ آپ کے شاگرد مختصر سے وقت میں علم و ایمان کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو جاتے تھے۔

امام علیہ السّلام کا سنِ مبارک ابھی بیس سال کا تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام کا سایہ آپ کے سر سے اُٹھ گیا۔ امام صادق علیہ السّلام کے تمام شاگرد آپ کے گرد جمع ہونے لگے، اور آپ ہر امکانی وقت میں لوگوں کو سرچشمۂ علم و اخلاق سے سیراب کرتے رہے۔

امامؑ کے مکتب کے تربیت یافتہ شاگرد علمِ فقہ، حدیث، علمِ کلام، اور مناظرے وغیرہ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، اور ایمان، اخلاق، کردار و عمل کے میدان میں بھی بے مثل و بے نظیر تھے۔ اُس وقت کے بڑے بڑے استادانِ فن بھی آپ کے شاگردوں کے مقابلے میں ٹِک نہ پاتے تھے اور آپ کے شاگردوں کے مقابلے میں طفلِ مکتب معلوم ہوتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی عظمتوں نے لوگوں کو خیرہ کر دیا تھا اور ان کے کمالات کے مقابلے میں آپ کے تمام مخالفین حیرت زدہ تھے، اور حکومت لرزہ براندام تھی۔ حکومتِ وقت کو یہ

خطرہ لاحق تھا کہ اگر ان لوگوں کو موقع مل گیا تو یہ انقلاب لانے میں دیر نہیں کریں گے اور عوام تو دل سے انھیں کے معتقد ہیں۔

امام علیہ السّلام کے بعض شاگردوں کے مختصر حالات ملاحظہ ہوں:۔

① ابنِ ابی عُمیر

۲۱۷ ہجری میں انتقال ہوا، آپ نے تین اماموں کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ، حضرت امام علی رضاؑ اور حضرت امام محمّد تقیؑ۔

آپ کا شمار اپنے وقت کے عظیم دانش مندوں میں ہوتا تھا، ائمہ علیہم السّلام کے مخصوص اصحاب میں آپ کا بھی اسمِ مبارک ہے۔ آپ نے ائمہ علیہم السّلام سے کافی روایتیں نقل کی ہیں جو کہ حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ شیعہ اور سنّی دونوں فرقوں کے علماء آپ کی عظمت و کردار کے قائل ہیں۔ "جاحظ" جو اہلسنت کے عظیم الشان عالم ہیں جناب ابنِ ابی عُمیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ:۔

"ابنِ ابی عُمیر تمام چیزوں میں یگانۂ روزگار تھے"[1]

"فضل بن شاذان" کا بیان ہے کہ:۔

"بعض لوگوں نے حکومتِ وقت کو یہ اطلاع دی کہ ابن ابی عُمیر کو عراق کے تمام شیعوں کے نام معلوم ہیں۔ حکومت نے اُن سے وہ تمام نام دریافت کرنا چاہے مگر آپ نے انکار کیا۔ جس کی پاداشت میں آپ کو برہنہ کر کے دو درختِ خُرمہ کے درمیان لٹکا دیا گیا، اور

---

[1] منتہی المقال ص۲۵۳ طبع حجری

سنّو حد ذنا تازیانے لگائے گئے اور ایک لاکھ درہم کا جرمانہ بھی عائد کیا گیا۔"[۱]

ابنِ بکیر کا کہنا ہے کہ :-

"ابنِ ابی عمیر کو قید کر دیا گیا اور سخت سے سخت ایذائیں پہنچائی گئیں اور اُن کی تمام جائداد اور اثاثہ ضبط کر لیا گیا[۲] اور اسی دوران آپ کی حدیث کی کتاب بھی لاپتا ہو گئی۔"

ابنِ ابی عمیر سترہ سال تک قید میں رہے اور آپ کا تمام مال و اسباب ضائع ہو گیا۔ ایک شخص نے ابنِ ابی عمیر سے دس ہزار درہم قرض لئے تھے، جب اسے پتا چلا کہ ابنِ ابی عمیر کا تمام مال ضائع ہو گیا ہے تو وہ ... اپنا گھر فروخت کر کے دس ہزار درہم ابنِ ابی عمیر کے پاس لایا۔

ابنِ ابی عمیر نے دریافت کیا "یہ دولت تمھیں کہاں سے ملی ہے۔ کوئی خزانہ مل گیا ہے یا وراثت کے طور پر ملی ہے؟"

کہنے لگا :- "میں نے اپنا گھر فروخت کر دیا ہے۔"

ابنِ ابی عمیر نے کہا :- "امام صادق علیہ السّلام کی حدیث ہے کہ وہ چیزیں جو قرض سے مستثنیٰ قرار دی گئی ہیں اس میں وہ گھر بھی ہے جس میں وہ رہتا ہے۔ لہٰذا اس بنا پر میں ایک درہم بھی قبول نہیں کروں گا جبکہ مجھے اس وقت ایک ایک درہم کی احتیاج ہے۔"[۳]

۱، ۲ رجال کشی ص۵۹۱، ص۵۹۰

۳ اختصاص شیخ مفیدؒ - ص۸۲ طبع تہران

② صفوان بن مہران

آپ کا شمار امامؑ کے عظیم اصحاب میں ہوتا ہے، آپ کا تقویٰ اور پرہیزگاری بے مثال تھی، وہ روایتیں جو آپ کے ذریعہ نقل ہوئی ہیں۔ علماء کے نزدیک غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ کا کردار اس قدر پاک و پاکیزہ تھا کہ خود امام علیہ السّلام نے اس کی گواہی دی ہے۔ اِس سلسلے کا پورا واقعہ گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے۔ صفوان نے امامؑ کی زبانی یہ الفاظ سنے کہ انسان کو ظالم و جابر کے ساتھ تعاون نہ کرنا چاہیے۔ اور ہر اس اقدام سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے ظالم کی مدد ہوتی ہے۔ یہ سنتے ہی صفوان نے اپنے اونٹ فروخت کر ڈالے تاکہ ہارون کو کرایہ پر دینے کا سوال ہی پیدا نہ ہو، اور ظالم کے ساتھ تعاون نہ کرنا پڑے۔[۱]

③ صفوان بن یحییٰ

آپ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے بلند پایہ صحابی ہیں۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ علمائے حدیث کے نزدیک بہت ہی غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ اپنے وقت کے پارساترین فرد تھے۔[۲]

آپ کو امام علی رضا علیہ السّلام کی زیارت کا بھی شرف حاصل ہے، اور امامؑ کو آپ پر کافی اعتماد تھا۔[۳] حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام نے آپ کے بارے

---

[۱] رجال کشّی ص ۴۴۰،۴۴۲ - ۱۴۳۱

[۲] فہرست شیخ طوسی ص ۱۰۹ طبع نجف

[۳] فہرست نجاشی ص ۱۴۸ طبع تہران

میں ارشاد فرمایا ہے کہ :-

"جس طرح سے میں اس سے راضی ہوں خدا بھی اس سے خوشنود ہو۔
اس نے کبھی بھی مخالفت نہ کی، نہ میری مخالفت اور نہ میرے والدِ
بزرگوار کی۔" [1]

امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام فرمایا کرتے تھے :-

" اگر دو بھیڑیئے گوسفندوں کے ایک ایسے گلّے پر حملہ کریں جس کا کوئی
نگہبان نہ ہو تو اس کے نقصانات اسی قدر ہیں جیسے کوئی شخص ریاست
اور اقتدار کا خواہاں ہو۔ لیکن صفوان میں اس قسم کی کوئی خواہش
نہیں پائی جاتی۔" [2]

(۴) علی بن یقطین

۱۲۴ ہجری میں کوفہ میں آپ کی ولادت ہوئی [3] آپ کے پدر بزرگوار شیعہ تھے اور امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں تحائف ارسال کیا کرتے تھے۔ جب مروان تک یہ خبر پہونچی تو اس نے آپ کے خلاف کارروائی شروع کردی۔ آپ کوفہ سے فرار ہوگئے اور آپ کی زوجہ اور دونوں صاحبزادے جناب علی اور عبداللہ مدینہ چلے گئے۔ اور جب بنوامیہ کی بساطِ حکومت ہمیشہ کے لیے

---

[1] رجال کشی صفحہ ۵۰۲

[2] رجال کشی صفحہ ۵۰۳

[3] فہرست شیخ طوسیؒ صفحہ ۱۱۷

تہ کر دی گئی اور بنو عباس نے حکومت سنبھالی تو اس وقت آپ ظاہر ہوئے ۔ اور اپنے اہل و عیال کے ہمراہ کوفے لوٹ آئے۔[1]

علی بن یقطین نے عباسی حکومت سے باقاعدہ روابط برقرار رکھے اور حکومت کے بعض اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اور اس وقت آپ محبانِ اہلبیتؑ کیلئے ایک محکم پناہ گاہ تھے ۔ ان کی مدد فرماتے رہتے اور مشکلات کو برطرف کرتے رہتے تھے ۔

ہارون الرشید نے علی بن یقطین کو اپنی وزارت کے لئے منتخب کیا۔ علی بن یقطین نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عرض کی "مولیٰ ! اس عہدے کے سلسلے میں آپ کی رائے کیا ہے ۔ کیا میں ان کے ساتھ تعاون کروں"؟

فرمایا: "اگر مجبور ہو"۔

ایک مرتبہ علی بن یقطین نے امامؑ کی خدمت میں تحریر کیا کہ میں بادشاہ کے کاموں سے عاجز آچکا ہوں ۔ میں آپ پر فدا ہوجاؤں ۔ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو میں استعفیٰ دیدوں اور بالکل الگ ہوجاؤں ۔

امامؑ نے جواب میں تحریر فرمایا :" میں ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دوں گا ۔ ہاں البتہ خدا سے ڈرتے رہو ۔"[2]

ایک مرتبہ امامؑ نے علی بن یقطین سے فرمایا: "تم مجھ سے ایک چیز کا وعدہ کرو، میں تمہارے لئے تین چیزوں کی ضمانت لیتا ہوں"۔

---

[1] فہرست شیخ طوسیؒ ۔ صفحہ ۱۱۷

[2] قرب الاسناد ۔ صفحہ ۱۲۶ طبع حجری

(۱) کوئی تمھیں تلوار سے قتل نہیں کرے گا۔

(۲) تم کبھی فقیر نہیں ہوگے۔

(۳) کبھی قید نہیں کئے جاؤ گے۔

مولیٰ! میں کس چیز کا وعدہ کروں؟

فرمایا:۔ جب ہمارا کوئی دوست تمھارے پاس آئے تو اس کا اکرام اور احترام کرنا۔[1]

"عبداللہ بن یحییٰ کاہلی" کا بیان ہے کہ "میں ایک دن امام کاظم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں شرفیاب ہوا۔ اتنے میں علی بن یقطین کو امام کی خدمت میں آتے ہوئے دیکھا۔ حضرت نے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"جو شخص رسولؐ خدا کے اصحاب کی زیارت کا خواہش مند ہو وہ اس شخص کی زیارت کرے جو ہماری طرف آرہا ہے"

حاضرین میں سے ایک نے کہا "تو پھر یہ اہلِ بہشت ہیں"

فرمایا:۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اہلِ بہشت ہے۔[2]

علی بن یقطین ہر حال اور ہر صورت میں امامؑ کے احکام کی اطاعت کرتے تھے اور کبھی بھی تساہل سے کام نہیں لیتے تھے خواہ اس حکم کا راز نہ معلوم ہو۔

ایک مرتبہ ہارون رشید نے علی بن یقطین کو لباس بطور تحفہ دیئے۔ اس میں ایک بہت ہی قیمتی شاہی لبادہ بھی تھا۔ علی بن یقطین نے وہ تمام لباس اور وہ

---

[1] رجال کشی۔ صفحہ ۴۳۳

[2] 〃 〃 〃 ۴۳۱

لبادہ اور دوسرے اموال کے ساتھ امامؑ کی خدمت میں ارسال کیا۔ امامؑ نے تمام چیزیں قبول کرلیں مگر وہ لبادہ واپس کر دیا اور علی بن یقطین کو تحریر فرمایا کہ :-

"اس لبادہ کو حفاظت سے رکھو کسی کو مت دو کیونکہ عنقریب تمھیں اس کی ضرورت پیش آئے گی"

علی بن یقطین کو اس اقدام کا راز معلوم نہ ہوسکا۔ مگر امامؑ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اس کو حفاظت سے رکھ لیا۔ چند روز گذرے کہ علی بن یقطین نے اپنے ایک بہت ہی نزدیکی غلام کو نکال دیا۔ یہ غلام تمام راز سے واقف تھا۔ غلام کو اس بات کا علم تھا کہ علی بن یقطین کو امامؑ سے کس قدر عقیدت ہے اور کیا کیا چیزیں امامؑ کی خدمت میں ارسال کیا کرتے ہیں۔ غلام نے یہ تمام باتیں ہارون سے جاکر بیان کر دیں۔ یہ باتیں سنکر ہارون کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگا میں اس بات کی ضرور چھان بین کروں گا اور اگر تمھاری بات صحیح نکلی تو میں علی بن یقطین کو قتل کر دوں گا۔ ہارون نے اسی وقت آدمی بھیج کر علی بن یقطین کو بلوایا اور دریافت کیا کہ میں نے جو لبادہ تم کو دیا تھا وہ کہاں ہے؟

"اُس کو میں نے عطر میں بسا کر بہت ہی محفوظ جگہ رکھا ہے۔"

"ابھی اس کو لے آؤ۔"

علی بن یقطین نے اپنے ایک ملازم کے ذریعہ وہ لبادہ منگوایا اور ہارون کے سامنے رکھ دیا۔ لبادہ دیکھنے کے بعد ہارون نے کہا اس کو اُسی جگہ رکھوا دو۔ اور خود بھی صحیح وسالم واپس جاؤ۔ اب میں کبھی بھی تمھارے بارے میں کوئی شکایت

قبول نہیں کروں گا، اور حکم دیا کہ اِس غلام کو ہزار کوڑے لگائے جائیں! ابھی پانچ سو کوڑے لگائے گئے تھے کہ غلام کا انتقال ہوگیا[۱]

۱۸۲ ہجری میں علی بن یقطین کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام ہارون کے قید خانے میں مقید تھے[۲] آپ نے مختلف کتابیں بھی تحریر کی ہیں جن کا تذکرہ شیخ مفیدؒ اور شیخ صدوقؒ نے فرمایا ہے[۳]

⑤ مومنِ طاق[۴]

نام محمد بن علی بن نعمان۔ کنیت ابوجعفر اور "مومنِ طاق" لقب تھا۔ آپ حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہما السلام کے اصحاب سے تھے۔ آپ امام جعفر صادق علیہ السّلام کے بہت با اعتماد صحابی تھے، اور امام علیہ السّلام آپ کو اپنے صفِ اوّل کے اصحاب میں شمار کرتے تھے۔

جب بھی آپ کسی سے بحث کرتے تھے تو ہمیشہ غالب رہتے تھے۔

چونکہ امام جعفر صادق علیہ السّلام اپنے تمام اصحاب کی صلاحیتوں اور استعداد سے واقف تھے اس لئے آپ نے بعض کو بحث و گفتگو کرنے کی ممانعت کر دی تھی مگر مومنِ طاق سے فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگوں سے بحث و مناظرہ کیا کرو۔

---

۱ ارشادِ مفیدؒ ۲۷۵   ۲ رجال کشی۔ صفحہ ۴۳۰
۳ فہرست شیخ طوسیؒ۔ صفحہ ۱۱۷
۴ مومنِ طاق لقب اس وجہ سے ہوا کہ آپ کی دکان کوفہ میں اس جگہ تھی جسے طاق کہتے تھے۔ ۵ رجال کشی صفحہ ۱۳۵ - ۲۳۹ - ۲۴۳

امام جعفرِ صادق علیہ السّلام نے خالد سے مومنِ طاق کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ بحث میں لوگوں پر اس انداز سے حاوی ہوتا ہے جس طرح شکاری باز اپنے شکار پر حاوی ہوتا ہے[1]

⑥ ہشّام بن حکم

آپ کو علمِ مناظرہ اور علمِ کلام وغیرہ میں غیر معمولی مہارت حاصل تھی۔ اور آن جیسا کوئی بھی نہ تھا۔" ابنِ ندیم" کا کہنا ہے کہ ابنِ ہشام شیعہ متکلمین میں سے تھے اور آپ نے بحثِ امامت میں نئے نئے گوشے پیدا کئے ہیں۔ علمِ کلام میں مہارتِ تامہ حاصل تھی اور آپ بے پناہ حاضر جواب تھے[2]

ہشام نے کافی کتابیں تحریر کی ہیں اور کثیر تعداد میں علماء اور دانشوروں سے بحث و مناظرہ کیا ہے۔

یحییٰ بن خالد نے ہارون رشید کی موجودگی میں ہشام سے کہا" کیا یہ بات ممکن ہے کہ دو متضاد اور مختلف صورتوں میں دونوں طرف حق ہو؟"

ہشام نے کہا" ہرگز نہیں"

یحییٰ:" اگر دو آدمی ایک موضوع پر اختلاف رکھتے ہوں تو اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو دونوں حق پر ہوں گے۔ یا دونوں باطل پر ہونگے، یا پھر ایک حق پر ہوگا اور دوسرا باطل پر ہوگا۔"

---

[1] رجال کشی صفحہ ۱۸۶

[2] فہرست ابن ندیم۔ صفحہ ۲۲۳ طبع مصر

ہشام —— ہاں ایسا ہی ہے، مگر پہلی صورت ممکن نہیں ہے کہ دونوں حق پر ہوں۔

یحییٰ —— اگر یہ بات قطعی ہے تو اگر دو افراد کسی دینی مسئلہ پر آپس میں اختلاف رکھتے ہوں تو اُن میں سے صرف ایک حق پر ہوگا اور دوسرا باطل پر، تو یہ بتاؤ کہ جب حضرت علیؑ اور جنابِ عباسؓ رسول اللہؐ کی میراث کے سلسلے میں (جناب) ابوبکر کے پاس گئے تھے تو ان دونوں میں سے کون حق پر تھا اور کون باطل پر تھا؟

ہشام —— کوئی بھی باطل پر نہیں تھا۔ اور اس قصہ کی مثال تو قرآن مجید میں موجود ہے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام کی خدمت میں دو فرشتے حاضر ہوئے تھے اور دونوں ایک مقدمہ لے کر آئے تھے اور حضرتِ داؤد سے اس کا فیصلہ چاہتے تھے۔ تو یہ بتاؤ کہ ان دونوں میں سے کون حق پر تھا اور کون باطل پر؟

یحییٰ —— دونوں فرشتے حق پر تھے اور دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا اور اختلاف صرف ظاہری تھا۔ اس کام کا مقصد یہ تھا کہ جنابِ داؤدؑ کو اس فیصلے کی طرف متوجہ کریں جو انھوں نے صادر فرمایا تھا۔

ہشام —— حضرت علیؑ اور جنابِ عباس کا اختلاف صرف ظاہری تھا، اور اس ظاہری اختلاف کا مقصد یہ تھا کہ (جناب) ابوبکر نے جو میراث اور وراثت کے سلسلے میں حکم دیا تھا، کہ رسولِ خُدا کا کوئی وارث نہیں

ہوتا۔ تو حضرت علیؑ اور جناب عبّاس اِسی لئے (جناب) ابوبکر کے پاس گئے تھے کہ یہ ثابت کردیں کہ وراثت کے بارے میں یہ حکم خلافِ قانونِ اسلام ہے اور یہ ایک اشتباہ ہے۔

یہ جواب سن کر یحییٰ بالکل حیران رہ گیا اور کوئی جواب نہ بن پڑا اور ہارون نے یہ جواب سنکر ہشام کی بہت تعریف کی اور حاضر جوابی کی داد دی [1]

یونس بن یعقوب کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں کافی معزز اصحاب تشریف فرما تھے جن میں خاص کر حمران بن اعین، مومن طاق، ہشام بن سالم، طیّار اور ہشام بن حکم قابلِ ذکر ہیں۔ اس وقت ہشام بن حکم جوان تھے۔ امام علیہ السّلام نے ہشام کو متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "تم نے عمرو بن عبید کے ساتھ کیا گفتگو کی تھی اور اُس سے کیا کیا سوال کئے تھے؟"

ہشام ——— آپ کے سامنے بیان کرنے میں شرم آتی ہے اور میری زبان بالکل کام نہیں کرتی۔

امامؑ ——— جب میں تمھیں خود حکم دے رہا ہوں تو اس میں شرم کی کیا بات، بیان کرو۔

ہشام ——— میں نے یہ سُن رکھا تھا کہ عمرو بن عبید مسجدِ بصرہ میں لوگوں کے لئے علمی مسائل بیان کرتا ہے۔ میں جمعہ کے دن بصرہ میں وارد ہوا اور مسجدِ بصرہ چلا گیا، دیکھا کہ عمرو بن عبید مسجد میں ہے اور چاروں طرف سے لوگ اسے گھیرے ہوئے ہیں اور اس سے سوال کر رہے

[1] الفصول المختارہ، تالیف سید مرتضیٰؒ۔ صفحہ ۲۶ طبع نجف اختصار کے ساتھ

ہیں۔ میں مجمع کو چیرتا ہوا اُس کے قریب جاکر بیٹھ گیا اور کہا کہ
اے مردِ فاضل و دانش مند میں اجنبی ہوں اور باہر سے آیا ہوں،
کیا مجھے اس بات کی اجازت ہے کہ کچھ سوال کر سکوں۔ کہنے لگا
شوق سے سوال کرو۔

——— آپ کے آنکھ ہے؟

——— صاحبزادے یہ بھی کوئی سوال ہے، کوئی قاعدہ کا سوال کرو۔

——— میں تو اسی قسم کے سوال کروں گا۔

——— خیر، سوال کرو میں جواب دوں گا گرچہ سوال بالکل احمقانہ ہے

میں نے دوبارہ سوال کیا۔

——— آپ کے آنکھ ہے؟

——— ہاں۔

——— یہ کس کام آتی ہے اور کیا چیز دیکھتی ہے؟

——— یہ رنگ و شکل وغیرہ دیکھتی ہے۔

——— آیا ناک ہے؟

——— ہاں۔

——— اس سے کیا کام لیتے ہیں؟

——— چیزوں کی بُو سونگھتا ہوں۔

——— آیا دہن ہے؟

——— ہاں۔

_____ اس سے کیا کام لیتے ہیں ؟

_____ اس کے ذریعہ غذا کو چکھتا ہوں ۔

_____ آیا عقل اور دماغ بھی ہے ؟

_____ ہاں ہے ۔

_____ یہ کس کام آتا ہے ؟

_____ ہر وہ چیز جو اعضاء و جوارح سے متعلق ہوتی ہے ۔ اس مغز کے ذریعہ اس کی تشخیص کرتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے ۔

_____ کیا یہ تمام اعضاء و جوارح آپ کو اس دماغ سے بے نیاز نہیں کر دیتے؟

_____ نہیں ۔

_____ کیوں ؟ جبکہ آپ کے اعضاء و جوارح صحیح و سالم ہیں ؟

_____ جب یہ اعضاء و جوارح کسی چیز کے بارے میں شک کرتے ہیں تو اس وقت یہ اس دماغ کی طرف رجوع کرتے ہیں، تاکہ شک برطرف ہو اور یقین حاصل ہو ۔

_____ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خداوند عالم نے یہ دماغ اس لئے قرار دیا ہے تاکہ اعضاء و جوارح کو جو شک و شبہ حاصل ہوتا ہے وہ اس دماغ کے ذریعہ دور ہوتا رہے ؟

_____ ہاں ، اور کیا ۔

_____ تو ہم ہر صورت میں اس مغز کے محتاج ہیں ؟

_____ ہاں ۔

_____ خداوند عالم نے ان اعضاء و جوارح کو بغیر کسی امام کے نہیں چھوڑا ۔

جو صحیح اور غلط کے درمیان تشخیص کرتا رہے۔ مگر اسی خدا نے اپنی اتنی مخلوق کو ایسے ہی چھوڑ دیا تاکہ یہ ہمیشہ شک وشبہ میں حیران وسرگرداں رہیں اور اس کے لئے کوئی امام معین نہیں فرمایا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کرکے اپنے شکوک وشبہات دُور کرسکیں اور پریشانی سے نجات حاصل کریں۔

یہ سنکر عمرو بن عبید خاموش ہوگیا، اور پھر مجھ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا،۔

"کہاں کے رہنے والے ہو؟"

میں نے کہا "کوفہ کا رہنے والا ہوں"۔

کہنے لگا "شاید تم ہشام ہو۔"

پھر مجھے اپنے پاس لے گیا اور اپنی جگہ پر بٹھایا اور پھر کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ میں اُٹھ کر چلا آیا۔

امام صادق علیہ السّلام یہ سنکر مسکرائے اور فرمایا "یہ استدلال تم کو کس نے سکھایا؟"

ہشام نے عرض کی، یا ابن رسولؐ اللہ یہ بس ایسے ہی میری زبان پر جاری ہوگیا"۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا،۔ اے ہشام! بخدا یہ استدلال تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں درج ہے[1]

خدایا! توفیق عنایت فرما کہ ہم امام علیہ السّلام کی سیرت کو اپنا سکیں اور تیرے پیغام کو لوگوں تک پہونچا سکیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

ناچیز عابدی

---

[1] رجال کشی صفحہ ۲۷۱۔۲۷۳۔ اصول کافی جلد ۱۔ صفحہ ۱۹۶ مختصر سے تفاوت کے ساتھ، مروج الذہب۔

نوٹ: یہ حق تلفی ہوگی اگر فاضل محترم جناب آقای کاظم قرشی کا شکریہ ادا نہ کیا جائے۔ کتاب "حیاۃ الامام الکاظم" سے کافی استفادہ کیا گیا ہے۔

اقوالِ امامؑ

___ من کف غضبہٗ عن النّاس کفّ اللہ عنہ غضبہ یوم القیامتہ

جو اپنے غصّہ کو روکے رکھے گا، اللہ قیامت کے دن اپنے غضب سے اُس کو دُور رکھے گا۔

___ لیس لا نفسکم ثمن الّا الجنّۃ۔ فلا تبیعوھا بغیرھا ٥

جنّت ہی تمھاری جانوں کی (اصل) قیمت ہے، اس لئے جنّت کے سوا کسی اور قیمت پر انھیں فروخت نہ کرو۔

___ واجعلوا قلوبکم بیوتا للتقویٰ ولا تجعلوا قلوبکم ماویٰ للشہوات ٥

اپنے دلوں کو خوفِ الٰہی کا گھر بناؤ اور انھیں خواہشات کا ٹھکانا بنانے سے پرہیز کرو۔

___ من رضی من اللہ بالدنیا فقد رضی بالخسیس ٥

جو اللہ تعالیٰ سے دنیا لے کر خوش ہوا وہ بہت ہی حقیر اور معمولی چیز پر خوش ہوا۔

المومن قلیل الکلام کثیر العمل والمنافق کثیر الکلام قلیل العمل ٥

مومن بولتا کم ہے اور عمل زیادہ کرتا ہے اور (اس کے برخلاف) منافق زبان بہت چلاتا ہے اور کام کم کرتا ہے۔

— واداء الامانۃ والصدق یجلبان الرزق، والخیانۃ والکذب یجلبان الفقر والنفاق ٥

ادائے امانت اور صدق رزق مہیّا کرتے ہیں اور خیانت و کذب، فقر و نفاق پیدا کرتے ہیں۔

لاخیر فی العیش الا لرجلین لمستمع واع وعالم ناطق ٥

دو آدمیوں کے سوا کسی کی زندگی میں کوئی خیر نہیں: نصیحت کو کان کھول کر سننے والا اور بولنے والا عالم۔

مجالسۃ اھل الدین شرف الدنیا والآخرۃ ٥

دینداروں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا دنیا و آخرت میں عزّت کی بات ہے۔

التدبیر نصف العیش ہ

کسی امر کے نتائج پر غور و فکر کرنا نصف حیات ہے۔

وَجَدْتُ عِلْمَ النَّاسِ فِی اَرْبَعٍ ، اَوَّلُهُنَّ اَنْ تَعْرِفَ رَبَّكَ ، وَالثَّانِيَةُ اَنْ تَعْرِفَ مَاصَنَعَ بِكَ ، وَالثَّالِثَةُ اَنْ تَعْرِفَ مَا اَرَادَ مِنْكَ ، وَالرَّابِعَةُ مَا يُخْرِجُكَ مِنْ ذَنْبِكَ ہ

میں نے لوگوں کے علم کو چار چیزوں میں پایا ہے۔ اوّل یہ کہ تم اپنے رب کو پہچانو ، دوسرے یہ کہ تم یہ جانو کہ تمھاری خلقت میں اللہ تعالیٰ نے کیا کیا صنعتیں رکھی ہیں ، تیسرے یہ کہ تم یہ جانو کہ اللہ تم سے کیا چاہتا ہے۔ اور چوتھے یہ کہ تم یہ جانو کہ تمھیں گناہوں (کی گراں باری) سے کیا چیز نکال سکتی ہے۔

(تذکرۂ ابن حمدون ، اعیان الشیعۃ ۴-۲ : ۵۷)

مَنْ تَكَلَّفَ مَا لَيْسَ مِنْ عِلْمِهِ ، ضَيَّعَ عَمَلَهُ وَخَابَ اَمَلُهُ ہ

جس نے بغیر علم کے کسی چیز کی زحمت اُٹھائی اُس نے اپنے عمل کو ضائع کیا اور اس کی امیدیں برباد ہوئیں۔

اَلْمَعْرُوفُ غُلٌّ لَا يَفُكُّهُ اِلَّا مُكَافَاةٌ اَوْ شُكْرٌ ہ

احسان ایک ایسی زنجیر ہے جس کو سوائے احسان کے بدلے اور شکر کے کوئی نہیں کھول سکتا۔ (بحار الانوار جلد ۱۷۔ مستدرک جلد ۲ صفحہ ۳۹۷)

ــــ لَوْ ظَهَرَتِ الْآجَالُ إِفْتَضَحَتِ الْآمَالُ ہ

اگر لوگوں پر وقتِ اَجل آشکار ہو جائے تو اُن کی آرزوئیں برباد ہو جائیں۔

(بحارالانوار۔ جلد ۱۷)

ــــ مَنْ اِسْتَشَارَ لَمْ يَعْدَمْ عِنْدَ الصَّوَابِ مَادِحًا، وَعِنْدَ الْخَطَاءِ عَاذِرًا ہ

جو کسی سے مشورہ کر کے کسی کام میں ہاتھ ڈالے گا تو اگر کامیاب رہا تو اُس کی مدح کی جائے گی اور اگر غلطی کرے گا تو لوگ اس کو معذور سمجھیں گے۔

(مستدرک الوسائل جلد ۲ صفحہ ۶۵)

ــــ مَنْ وَلَّدَهُ الْفَقْرُ اَبْطَرَهُ الْغِنٰى ہ

جو عالمِ فقر و فاقہ میں پیدا ہو کر غنی ہو جاتا ہے، اُس کو تونگری سرکش بنا دیتی ہے۔

(بحارالانوار۔ جلد ۱۷)

ــــ مَنْ لَمْ يَجِدْ لِلْاِسَاءَةِ مَضَضًا، لَمْ يَكُنْ لِلْاِحْسَانِ عِنْدَهُ مَوْقِعٌ ہ

جو شخص (کسی شخص کی) برائی سے بے چین نہیں ہوتا تو (اُس کا) احسان بھی اُس کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

(بحارالانوار۔ جلد ۱۷)

___ مَا تَسَابَّ إِثْنَانِ إِلَّا إِنْحَطَّ الْأَعْلَىٰ إِلَىٰ مَرْتَبَةِ الْأَسْفَلِ ٥

دو آدمی ایک دوسرے سے گالم گلوچ نہیں کرتے مگر نتیجۃً اُن میں سے برتر پست تر درجہ کی طرف گر جاتا ہے۔

___ كُلَّمَا أَحْدَثَ النَّاسُ مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَعْمَلُونَ أَحْدَثَ اللّٰهُ لَهُمْ مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَعُدُّونَ ٥

جب لوگ نئے نئے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ اُن کو ایسی نئی نئی بلاؤں میں گرفتار کر دیتا ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔

(تحف العقول۔ صفحہ ۳۰۳)

___ مَنْ إِسْتَوىٰ يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُونٌ ٥

جس کے دو دن (نیکیوں میں) مساوی رہے وہ حقیقت میں نقصان میں رہا۔

___ اياك ان تمنع فى طاعة الله فتنفق مثليه فى معصية الله ٥

خبردار اللہ کی اطاعت میں خرچ کرنے سے باز نہ رہنا کہ تجھے اس کا دوگنا اللہ کی معصیت میں خرچ کرنا پڑے گا۔

___ المؤمن مثل كفتى ميزان كلما زيد فى ايمانه زيد فى بلائه ۔

مومن کی مثال ترازو کے دو پلڑوں کی ہے، جتنا اُس کے ایمان کے پلڑے

میں اضافہ ہوگا اُتنا ہی آزمائشوں میں اضافہ ہوگا۔

—— لا تحدثوا انفسکم بفقر ولا بطول عمر فان من حدث نفسہ بالفقر یبخل ومن حدثھا بطول العمر یحرص ۵

اپنے نفس سے تہی دستی کا ذکر نہ کرو نہ طولِ عمر کا اس لیے کہ جو اپنے نفس سے تہی دستی کا ذکر کرتا ہے وہ بخیل ہو جاتا ہے اور جو اس سے طولِ عمر کا ذکر کرتا ہے وہ حریص بن جاتا ہے۔

—— اجعلوا لا نفسکم حظاً من الدنیا باعطائھا ما تشتھی من الحلال ومالا یثلم المروءۃ ومالا سرف فیہ واستعینوا بذلک علی امور الدین ۵

دنیا کی عطا کردہ دولت میں سے تم بھی فائدہ اٹھاؤ مگر جو کچھ کہ تم کسبِ حلال سے چاہو، اور نہ مردانگی و شرافت کو گزند پہونچاؤ اور نہ اس میں اسراف سے کام لو اور اسی سے امورِ دین میں بھی مدد حاصل کرو۔

—— فلیس منا من ترک دنیاہ لدینہ او ترک دینہ لدنیاہ ۵

جس نے اپنے دین کی خاطر اپنی دنیا کو اور اپنی دنیا کی خاطر اپنے دین کو چھوڑ دیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

—— فضل الفقیہ علی العابد کفضل الشمس علی الکواکب ۵

فقیہ (واقفِ اسرارِ دین) کو عبادت گذار پر وہی فضیلت حاصل ہے
جو سورج کو ستاروں پر۔

ـــــ وقال علیہ السّلام لعلی بن یقطین : کفارۃ عمل السلطان
الاحسان الی الاخوان ٥

امام علیہ السّلام نے علی بن یقطین (وزیر ہارون الرشید) سے فرمایا:-
صاحبِ اقتدار کے گناہوں کا کفّارہ یہ ہے کہ اپنے بھائیوں (متعلقین) کے ساتھ
حسنِ سلوک سے پیش آئے۔

ـــــ وقال علیہ السّلام : ینادی مناد یوم القیامۃ الا من کان لہ
علی اللہ اجر فلیقم ، فلا یقوم الا من عفا واصلح فأُجرہٗ علَی اللہ ٥

روزِ قیامت ایک ندا دینے والا ندا دے گا ہوشیار ہو جاؤ اللہ کے ذمہ
اگر کسی کا کوئی حق ہو تو وہ کھڑا ہو جائے۔ پس کوئی نہیں کھڑا ہو گا، مگر وہ کھڑا
ہو گا جس نے معاف کیا ہو گا یا اصلاح کی ہو گی۔ پس اس کا اجر اللہ پر ہو گا۔

ـــــ وقال (ع) السخی الحسن الخلق فی کنف اللہ لا یتخلی اللہ عنہ حتیٰ
یدخلہ الجنۃ ٥

وہ سخی جس کا اخلاق اچھا ہو وہ اللہ کی پناہ میں ہے، اللہ تعالیٰ اسے
جنّت میں داخل کئے بغیر نہ رہے گا۔

—— قال اللہ عزّ وجل : وعزتی وجلالی وعظمتی وقدرتی وبھائی وعلوی فی مکانی لا یؤثر عبد ھوای علی ھواہ إلا جعلت الغنی فی نفسہ وھمہ فی آخرتہ وکففت علیہ فی ضیعتہ ۔ وضمنت السماوات والارض رزقہ وکنت لہ من وراء تجارۃ کل تاجر ٥

اللہ جلّ عزّہٗ فرماتا ہے قسم ہے اپنی عزّت وجلال ، عظمت ، قدرت ، جمال اور علوِ منزلت کی کہ کوئی بندہ میری خواہش کو اپنی ہوا و ہوس کے مقابلے میں اختیار نہیں کرتا مگر وہ کہ میں اُس کے نفس کو تونگر کر دیتا ہوں اور وہ اپنی آخرت کی فکر کرنے لگتا ہے ۔ اور میں اُس کے مال ومنال کو اُس کے لئے کافی کر دیتا ہوں اور میں زمین و آسمان سے اُس کے رزق کی ضمانت دیتا ہوں اور ہر تاجر سے خود اُس کے لئے تجارت کرتا ہوں ۔

—— عَلَیْکَ بالرفق فان الرفق یمن والخرق شوم إن الرفق والبر وحسن الخلق یعمر الدیار ویزید فی الرزق ٥

تم پر نرمی اور رفاقت لازم ہے اس لئے کہ نرمی مبارک چیز ہے اور سختی بُری چیز ہے ۔ یقیناً نیکی اور حسنِ خلق سے شہر آباد ہوتے ہیں اور رزق میں اضافہ ہوتا ہے ۔

—— افضل العبادۃ بعد المعرفۃ انتظار الفرج ٥

معرفت کے بعد سب سے بڑی عبادت اللہ کی طرف سے کشائش کے حصول کا انتظار ہے ،

ـــــ مکتوب فی الانجیل (طوبیٰ للمتراحمین، اولٰئک ھم المرحومون یوم القیامۃ، طوبیٰ للمصلحین بین النّاس، اولٰئک ھم المقربون یوم القیامۃ، طوبیٰ للمطھرۃ قلوبھم اولٰئک ھم المتقون یوم القیامۃ. طوبیٰ للمتواضعین فی الدنیا، اولٰئک یرتقون منابر الملک یوم القیامۃ)

انجیل میں لکھا ہے (مبارک ہو آپس میں رحم کرنے والوں کو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن پر روزِ قیامت رحم کیا جائے گا۔ مبارک ہو آپس میں صلح کرانے والوں کو کیونکہ یہی لوگ ہیں جو روزِ قیامت مقرب بارگاہِ الٰہی ہوں گے۔ مبارک ہو اپنے دلوں کو پاکیزہ کرنے والوں کو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو قیامت میں ہر بلا سے بچنے والے ہوں گے۔ مبارک ہو دنیا میں تواضع کرنے والوں کو کیونکہ یہی لوگ وہ ہیں جو روزِ قیامت تختِ شاہی پر جلوہ افروز ہوں گے۔

ـــــ الحیاء من الایمان والایمان فی الجنۃ والبذاء من الجفاء والجفا فی النّار ٥

حیا ایمان کا جزو ہے اور مومن جنت میں ہے اور بیہودہ گوئی جفاؤں میں سے ہے اور جفا کرنے والا آگ میں ہے۔

الغضب مفتاح الشر، واکمل المؤمنین ایماناً احسنھم خلقاً ٥

غصہ ہر شر کی کنجی ہے، اور ایمان کے لحاظ سے مومنین میں سے کامل ترین وہ ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہے۔

— ومازال ابی یوصینی بالسخاء وحسن الخلق حتیٰ مضیٰ ٥

میرے والد مجھے مستقل سخاوت اور حسنِ خلق کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ انتقال فرمایا۔

— اِنَّ العاقل لا یکذب، وان کان فیہ ھواہ ٥

عاقل جھوٹ نہیں بولتا، اگرچہ اس کا دل چاہتا ہو۔

— افضل ما یتقرب بہ العبد الی اللہ بعد المعرفۃ بہ الصلاۃ وبر الوالدین وترک الحسد والعجب والفخر ٥

اللہ کی معرفت کے بعد بندے کو اُس سے قریب کرنے والی چیزیں نماز، والدین سے حسنِ سلوک کرنا اور حسد، غرور اور فخر کو ترک کرنا ہیں۔

— ان کل النّاس یبصر النجوم ولٰکن لا یھتدی بھا الا من یعرف مجاریھا ومنازلھا وکذالک انتم تدرسون الحکمۃ ولٰکن لا یھتدی بھا منکم الا من عمل بھا ٥

تمام انسان ستاروں کو دیکھتے ہیں ان سے صرف وہی ہدایت پاتا ہے جو ستاروں کی منزلوں اور راستوں کو جانتا ہو۔ اسی طرح تم سب بھی حکمت حاصل کرتے ہو لیکن تم میں سے صرف وہی اس کے ذریعہ ہدایت پاتا ہے جو اس پر عمل کرتا ہے۔

—— صلاۃ النوافل قربان الی اللہ لکل مؤمن ، والحج جہاد کل ضعیف ، ولکل شئ زکاۃ ، وزکاۃ الجسد صیام النوافل ہ

نفل نمازیں ہر مومن کے لئے قرب الی اللہ کا سامان ہیں اور حج ہر ضعیف کا جہاد ہے اور ہر شئے کی ایک زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکاۃ نفل روزے ہیں۔

—— ومن دعا قبل الثناء علیٰ اللہ والصلاۃ علی النبی کان کمن رمی بسھم بلا وتر ہ

جو اللہ تعالیٰ کی ثنا اور نبی اکرم صلعم پر درود پڑھنے سے قبل دعا کرے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی بغیر کمان کے تیر پھینکے۔

—— والتودد الی النّاس نصف العقل ہ

لوگوں سے محبت کرنا نصف عقل ہے۔

—— ومن اقتصد وقنع بقیت علیہ النعمۃ ومن بذر واسرف زالت عنہ النعمۃ ہ

جو جزرسی سے کام لیتا ہے اور قناعت کرتا ہے اس پر نعمتیں باقی رہتی ہیں اور جو فضول خرچی اور اسراف سے کام لیتا ہے اس سے نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں۔

____ لوگوں سے اسی طرح پیش آؤ جس طرح کی تم ان سے اپنے بارے میں امید رکھتے ہو۔

(وسائل الشیعہ جلد۲ صفحہ ۲۵۶ طبع قدیم)

____ جو شخص خیانت کرے، اور کسی چیز کے عیوب کو مسلمانوں سے پوشیدہ رکھے یا کسی اور ذریعہ سے اسے دھوکا دے، اس کو فریب دے، تو ایسا شخص لعنتِ خداوندی کا مستحق ہے۔

(مستدرک الوسائل۔ جلد۲۔ صفحہ ۴۵۵)

____ سب سے بُرا شخص وہ ہے جس کی زبانیں دو ہوں۔ منہ پر تو تعریفیں کرے اور پیٹھ پیچھے برائیاں کرے۔ اگر کسی برادرِ مومن کو کوئی نعمت ملی ہو تو اس سے رشک و حسد کرے

(مستدرک الوسائل جلد۲ صفحہ ۱۰۲)

____ جو دنیا کا عاشق ہوا وہ آخرت سے بے بہرہ ہو گیا۔

(آئینِ زندگی ص۱۳۱)

____ بہترین کام میانہ روی اور اعتدال پسندی ہے

بحار جلد ۷۸ ص۱۵۴ طبع جدید

____ زکوٰۃ کے ذریعے اپنے اموال کی حفاظت کرو۔

(بحار جلد ۷۸ ص۱۵۰ طبع جدید)

ـــــــ قربِ خداوندی کا بہترین وسیلہ ایمانِ خداوندی کے بعد، نماز، والدین کے ساتھ نیکی کا برتاؤ، حسد سے دور رہنا، خود پسندی کو ترک کرنا، بیجا فخر د مباہات سے پرہیز کرنا ہے۔ (تحف العقول)









خراسان اسلامک ریسرچ سینٹر

